مشرق

کہانی میگزین

15 تا 21 نومبر 2026ء





پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026:

معدنی دولت کو قومی طاقت بنانے کا عزم

اسلام آباد میں عالمی سرمایہ کاروں کا اجتماع؛ 60 سے زائد ممالک کے نمائندے شریک، معدنی وسائل اجاگر کیے جائیں گے، معاشی ترقی کا نیا دور شروع ہوگا۔



ساجد خان
(لاہور بیورو)

دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس میں 60 سے زائد ممالک کے نمائندے، سفارت کار، مالیاتی اداروں اور کان کنی سے وابستہ سرمایہ کار شریک ہیں۔ اسلام آباد کے جناح کنونشن سینٹر میں 'پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026' کا آغاز ہوگیا۔ دو روزہ بین الاقوامی کانفرنس میں 60 سے زائد ممالک کے نمائندے، سفارت کار، عالمی مالیاتی اداروں اور کان کنی کی بین الاقوامی کمپنیوں سے وابستہ سرمایہ کار شریک ہیں۔ اسلام آباد میں جاری دو روزہ بین الاقوامی فورم کا باضابطہ افتتاح جمعرات کے روز نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ اسحاق ڈار نے کیا۔ افتتاحی سیشن میں مختلف ممالک کے سفارت کار، عالمی مالیاتی اداروں اور کان کنی سے وابستہ بین الاقوامی کمپنیوں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ وفاقی وزیر برائے پیٹرولیم علی پرویز ملک، وزیر خزانہ محمد اورنگزیب، وزیراعظم آزاد کشمیر اور وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان، گورنر خیبر پختونخوا سمیت سندھ، پنجاب اور بلوچستان کے وزرائے اعلیٰ بھی افتتاحی تقریب میں شریک تھے۔ یہ فورم حکومتِ پاکستان اور خصوصی سرمایہ کاری سہولت کونسل (ایس آئی ایف سی) کے اشتراک سے منعقد کیا جارہا ہے۔ پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم کی ویب سائٹ کے مطابق فورم کا مقصد پاکستان کو عالمی معدنیات اور کان کنی کی معاشی منڈیوں میں اہم مقام دلانا اور ملک کے وسیع معدنی وسائل کو پائیدار ترقی، معاشی تبدیلی اور عالمی سپلائی چین کے استحکام کے لیے بروئے کار لانا ہے۔

معدنی ترقی سے مقامی آبادیوں کو فائدہ پہنچنا لازم ہے، فیلڈ مارشل عاصم منیر کا خطاب:



آرمی چیف و چیف آف ڈیفنس فورسز فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026 کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کی معدنی دولت کو کارآمد بنانا ہمارا اجتماعی قومی مقصد ہے، معدنی ترقی سے مقامی آبادیوں کو فائدہ پہنچنا لازم ہے، معدنیات سے مالا مال علاقوں کے لوگوں کو اپنی زندگیوں میں ٹھوس بہتری نظر آنی چاہیے۔ آرمی چیف و چیف آف ڈیفنس فورسز فیلڈ مارشل سید عاصم منیر کا کہنا تھا کہ ہمارا مقصد پاکستان کو طویل مدتی معدنی سرمایہ کاری کے لیے ایک مسابقتی منزل بنانا ہے، کان کنی کے پورے ماحولیاتی نظام کی سیکیورٹی کو یقینی بنانے کیلئے ہر ممکن اقدام کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے زور دیا کہ کانوں اور کان کنوں، سرمایہ کاری، صنعتوں، منصوبوں اور اس سے وابستہ لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا، پاکستان کی معدنی دولت کو کارآمد بنانا ہمارا اجتماعی قومی مقصد ہے۔ فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے کہا قرار دیا کہ ہمارا مقصد صرف خام مال برآمد کرنا نہیں ہے بلکہ ریفائننگ اور مینوفیکچرنگ تک پوری ویلیو چین کو تیار کرنا ہے، ہم ایسی طویل مدتی شراکت داری پروان چڑھانا چاہتے ہیں جو پاکستان اور اس کے شراکت داروں کیلئے پائیدار معاشی قدر کا باعث بنے۔ فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے واضح کیا کہ معدنی ترقی سے مقامی آبادیوں کو فائدہ پہنچنا لازم ہے، معدنیات سے مالا مال علاقوں کے لوگوں کو اپنی زندگیوں میں ٹھوس بہتری نظر آنی چاہیے، پاکستان کے لوگ محنتی، دلیر اور پرعزم ہیں جن میں خوابوں کو تعبیر میں بدلنے کی زبردست صلاحیت موجود ہے، ہمارے وسائل مواقع فراہم کرتے ہیں جبکہ نتائج کے حصول کیلئے ہمارے لوگ طاقت اور عزم کا سرچشمہ ہیں۔ چیف آف ڈیفنس فورسز نے زور دیا کہ ہمیں صلاحیت سے پیداوار کی طرف، وعدوں سے عمل کی طرف اور خام برآمدات سے ویلیو ایڈڈ گروتھ کی طرف بڑھنا ہوگا۔ فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے تقریر کے آخر میں پاکستان ہمیشہ زندہ باد کا نعرہ بھی بلند کیا۔ اسحاق ڈار کا خطاب: پیداواری معیشت اور صوبائی صلاحیت فورم کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اسحاق ڈار نے کہا کہ وزیراعظم شہباز شریف کا وژن ایک ایسی معیشت کا قیام ہے جو پیداواری صلاحیت، برآمدات اور سرمایہ کاری پر مبنی ہو۔ نائب وزیراعظم نے کہا کہ بلوچستان پاکستان کے معدنی مستقبل میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے اور حکومت اس بات کے لیے پرعزم ہے کہ صوبے کے قدرتی وسائل کی ترقی سے وہاں کی معیشت اور عوام کی فلاح و بہبود کو حقیقی فائدہ پہنچے۔ اسحاق ڈار نے کہا کہ حکومت کا معدنیاتی ترقی کا منصوبہ صرف بلوچستان تک محدود نہیں بلکہ اس میں خیبر پختونخوا، معدنی وسائل سے مالا مال شمالی علاقوں، پنجاب اور سندھ کی صلاحیتوں سے استفادہ بھی شامل ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت کا مقصد محض معدنیات نکال کر خام شکل میں برآمد کرنا نہیں بلکہ بتدریج مقامی سطح پر پراسیسنگ، ریفائننگ اور ویلیو ایڈڈ صنعتی مصنوعات کی تیاری کی صلاحیت کو فروغ دینا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ فورم میں 60 سے زائد ممالک کی شرکت پاکستان کے معدنی وسائل میں بڑھتی ہوئی عالمی دلچسپی اور اس شعبے میں دیرپا شراکت داری قائم کرنے کے عزم پر اعتماد کی عکاسی کرتی ہے۔

وزیراعظم شہباز شریف اور بیرک مائننگ کارپوریشن سے ملاقات،

وزیراعظم شہباز شریف نے کہا ہے کہ ریکوڈک منصوبے کی کامیابی پاکستان میں معدنی سرمایہ کاری کے لیے ایک مثال قائم کرے گی، بلوچستان کے عوام کو معدنی منصوبوں کے ثمرات میں براہِ راست شریک کرنا حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ وزیراعظم محمد شہباز شریف سے بیرک مائننگ کارپوریشن کے چیئرمین جان تھورنٹن کی سربراہی میں وفد نے ملاقات کی۔ مہمان وفد نے وزیراعظم اور حکومت پاکستان کے منرل کانفرنس کے انعقاد کو پاکستان میں معدنی ترقی کی جانب ایک اہم قدم قرار دیا۔ وفد نے کراچی اور گوادر میں منرل پراسیسنگ کی صنعت کے قیام میں سرمایہ کاری کے لیے گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ وزیراعظم محمد شہباز شریف نے جان تھورنٹن سے ملاقات کے دوران کہا کہ بلوچستان قدرتی وسائل اور معدنی دولت سے مالا مال ہے اور ان وسائل کو مؤثر انداز میں بروئے کار لا کر صوبے کی ترقی، عوام کی خوشحالی اور روزگار کے مواقع میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان کے عوام کو معدنی منصوبوں کے ثمرات میں براہِ راست شریک کرنا، مقامی نوجوانوں کے لیے روزگار اور ہنرمندی کے مواقع پیدا کرنا اور اردگرد کی آبادیوں کی ترقی یقینی بنانا حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ وزیراعظم نے پاکستان منرلز انوی سٹمنٹ فورم میں بیرک مائننگ کارپوریشن کی شرکت کا خیرمقدم کرتے ہوئے کہا کہ ریکوڈک منصوبہ پاکستان کے معدنی شعبے میں سرمایہ کاری کا ایک اہم سنگِ میل ہے، جس کی کامیابی مستقبل کے منصوبوں کے لیے بھی ایک مثال بنے گی۔ وزیراعظم نے کہا کہ ریکوڈک منصوبہ پاکستان کے معدنی شعبے میں سرمایہ کاری کا ایک اہم سنگِ میل اور ملکی معاشی مستقبل کے لیے کلیدی اہمیت رکھتا ہے، ریکوڈک منصوبے کی کامیابی پاکستان میں مستقبل کی معدنی سرمایہ کاری کے لیے ایک مثالی معیار قائم کرے گی، معدنی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت پاکستان کی جانب سے تجارت، سرمایہ کاری، بنیادی ڈھانچے اور جدید ٹیکنالوجی پر مبنی سازگار ماحول تشکیل دیا جارہا ہے۔ ملاقات میں پاکستان میں معدنی شعبے کے لیے موزوں پالیسی، ریگولیٹری اور بنیادی ڈھانچے کے نظام پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ وزیراعظم نے ریکوڈک کے علاوہ بھی پاکستان کے معدنی شعبے کی ترقی کے لیے بیرک کی مہارت اور تجربے سے استفادہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اجلاس میں نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ سینیٹر اسحاق ڈار، وفاقی وزراء محمد اورنگزیب، علی پرویز ملک، معاونین خصوصی طارق فاطمی، لیفٹیننٹ جنرل (ر) محمد ظفر اقبال اور متعلقہ اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔

معدنی شعبہ پاکستانی معیشت کیلئے گیم چینجر ثابت ہوگا، محمد اورنگزیب

نامزد امریکی سفیر کی گفتگو پاکستان کے لیے نامزد امریکی سفیر



بلوچستان کے عوام کو معدنی منصوبوں کے ثمرات میں براہِ راست شریک کرنا حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے، ریکوڈک منصوبے کی کامیابی پاکستان میں معدنی سرمایہ کاری کے لیے مثال قائم کریگی، وزیراعظم شہباز شریف

پاکستان کی معدنی دولت کو کارآمد بنانا ہمارا قومی مقصد ہے، ہمارے وسائل مواقع فراہم کرتے ہیں جبکہ نتائج کے حصول کیلئے ہمارے لوگ طاقت اور عزم کا سرچشمہ ہیں، فیلڈ مارشل عاصم منیر









پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026: معدنی دولت کو قومی طاقت بنانے کا عزم

اسلام آباد میں عالمی سرمایہ کاروں کا اجتماع، 60 سے زائد ممالک کے نمائندے شریک، معدنی وسائل اجاگر کیے جائیں گے، معاشی ترقی کا نیا دور شروع ہوگا۔

نیٹلی بیکر نے پاکستان کو کاروبار اور سرمایہ کاری کے لیے بڑی منڈی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں اہم معدنیات اور کان کنی کے شعبے میں سرمایہ کاری کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ نیٹلی بیکر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم کے تحت تیسرے سالانہ ایونٹ کے انعقاد کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس فورم کا حجم گزشتہ سال کے مقابلے میں دگنا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان عالمی سطح پر اپنی شناخت بنا رہا ہے اور یہ ملک کاروبار کے لیے ایک بڑی منڈی کے طور پر خود کو منوا رہا ہے۔ ان کے مطابق پاکستان میں اہم معدنیات اور کان کنی کے شعبے میں سرمایہ کاروں کے لیے وسیع مواقع موجود ہیں۔ نامزد امریکی سفیر نے انویسٹمنٹ فورم کے حوالے سے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے امید ظاہر کی اس ایونٹ کے ذریعے سرمایہ کاری کے حوالے سے اچھی خبریں اور اہم اعلانات سامنے آئیں گے۔

بلوچستان: سکیورٹی کی یقین دہانی اور ریکوڈک 2029 پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم: وزیراعلیٰ سرفراز بگٹی کی سرمایہ کاروں کو بلوچستان میں مکمل سکیورٹی دینے کی یقین دہانی

فورم کا مقصد پاکستان کے معدنی ذخائر اور غیر دریافت شدہ وسائل کو اجاگر کر کے مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ دینا ہے۔ وزیراعلیٰ بلوچستان سرفراز بگٹی نے مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کو صوبے میں سکیورٹی اور کاروبار کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنے کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت معدنیات اور توانائی کے شعبوں میں سرمایہ کاری کے فروغ اور سہولت کاری کے لیے پرعزم ہے۔ اسلام آباد میں پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026 سے خطاب کرتے ہوئے سرفراز بگٹی نے کہا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ساتھ سکیورٹی فورسز بھی سرمایہ کاروں کے تحفظ کی صلاحیت اور عزم رکھتی ہیں۔ خصوصی سرمایہ کاری سہولت کونسل (ایس آئی ایف سی) کے اشتراک سے منعقد ہونے والے اس فورم کا مقصد پاکستان کے معدنی ذخائر اور غیر دریافت شدہ وسائل کو اجاگر کر کے مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ دینا ہے۔ فورم کے اجلاس میں ڈپٹی وزیراعظم اسحاق ڈار، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے وزرائے اعلیٰ اور خیبر پختونخوا کے گورنر کے علاوہ ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کی بڑی تعداد بھی شریک ہیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان نے کہا کہ ان کے نزدیک اصل چیلنج سکیورٹی نہیں بلکہ بلوچستان کے بارے میں تاثر اور زمینی حقیقت کے درمیان فرق ہے۔ ان کے بقول سب جانتے ہیں کہ تاثر حقیقت کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیزی سے پھیلتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان ٹی وی پر دکھائی جانے والی تصویر سے مختلف ہے۔ صوبے کے لوگ سرمایہ کاروں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ یہاں موجود مواقع تلاش کریں۔ انہوں نے مقامی اور عالمی سرمایہ کاروں کو صوبے میں سرمایہ کاری کے لیے آگے آنے کی دعوت بھی دی۔ 'ریکوڈک 2029 تک فعال ہونے کی توقع ہے'

سرفراز بگٹی نے کہا کہ بلوچستان معدنیات، تیل اور گیس کے بڑے ذخائر رکھتا ہے اور آنے والے مہینوں میں ان شعبوں میں مثبت پیش رفت متوقع ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ریکوڈک منصوبہ 2029 تک فعال ہونے کی توقع ہے، جو صوبے کی معدنی استعداد کی ایک بڑی مثال ہے۔ وزیراعلیٰ نے سارونا کے علاقے میں تیل اور گیس کے امکانات کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ وہاں موجود ذخائر سوئی کے ذخائر گزشتہ 70 برس سے زیادہ عرصے سے پاکستان کو توانائی فراہم کر رہے ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ بلوچستان حکومت وفاقی حکومت کے تعاون سے سوئی میں کھاد کا ایک صنعتی شہر قائم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ ان کے مطابق اس علاقے میں کم بی ٹی یو گیس کی دستیابی اس منصوبے کی بنیاد ہے۔ سرفراز بگٹی نے سرمایہ کاروں کو اس مجوزہ منصوبے میں شرکت کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ صوبائی حکومت انہیں سکیورٹی، شہری سہولتیں اور دیگر ضروری تعاون فراہم کرے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ سرمایہ کاری کی پہلی ضرورت سکیورٹی ہوتی ہے، جس کی وہ سکیورٹی فورسز، وفاقی حکومت اور بلوچستان کے عوام کی جانب سے ضمانت دیتے ہیں۔ ون ونڈو آپریشن اور بیوروکریسی کی رکاوٹیں ختم کرنے کا اعلان

وزیراعلیٰ بلوچستان نے سرمایہ کاروں کو یقین دلایا کہ صوبے میں انہیں سرکاری محکموں کی غیر ضروری رکاوٹوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ان کے مطابق سرمایہ کاری میں سہولت کے لیے ون ونڈو آپریشن کا نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان مائنز اینڈ منرلز ایکٹ صوبائی اسمبلی نے ایوان میں موجود سیاسی جماعتوں کے اتفاق رائے سے منظور کیا ہے۔ ان کے مطابق یہ قانون پاکستان میں پہلے سے رائج وسیع تر قانونی فریم ورک سے ہم آہنگ ہے۔ سرفراز بگٹی نے کہا کہ صوبائی حکومت بلوچستان کے معدنی وسائل کی ترقی کے لیے سرمایہ کاروں کے ساتھ مل کر کام کرنے اور انہیں ہر ممکن تعاون فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔

سندھ: شفاف قواعد اور مسابقتی مواقع سندھ میں مسابقتی کاروباری مواقع موجود ہیں، مراد علی شاہ

فورم سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کو صوبے کے معدنی وسائل تلاش کرنے اور ان میں سرمایہ کاری کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے کہ سندھ میں شفاف قواعد و ضوابط، مسابقتی کاروباری مواقع اور سرمایہ کاروں کے لیے آسان طریقہ کار فراہم کیا جا رہا ہے۔ مراد علی شاہ نے کہا کہ سندھ حکومت کا محکمہ سرمایہ کاری تمام سرمایہ کاروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے سندھ بزنس ون اسٹاپ شاپ (ایس پی او ایس) کے نام سے پورٹل بھی قائم کیا گیا ہے جہاں سرمایہ کار ابتدائی رابطہ کر سکتے ہیں اور متعلقہ محکموں سے لائسنس سمیت دیگر ضروری امور میں رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان کاروبار اور سرمایہ کاری کے لیے کھلا ہے۔ معدنی وسائل کی صلاحیت کا انحصار ارضیاتی ساخت پر ہے جبکہ ان وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے بہتر حکمرانی اور شراکت داری ضروری ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں، بین الاقوامی مالیاتی ادارے، عالمی مائننگ کمپنیاں اور سرمایہ کار مل کر کام کریں تو اس کے ثمرات سب کو ملیں گے اور پاکستان کے عوام بھی ان سے مستفید ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ معدنی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے پائیدار اور ذمہ دارانہ طریقہ کار اپنانا ضروری ہے۔

پنجاب: 5 ارب روپے تک فنانسنگ اور ویلیو ایڈیشن مریم نواز کا سرمایہ کاروں کو 5 ارب روپے تک فنانسنگ سہولت فراہمی کا اعلان

فورم سے خطاب میں وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے اعلان کیا کہ صوبے میں معدنیات کے شعبے میں سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے سرمایہ کاروں کو 5 ارب روپے تک رعایتی فنانسنگ فراہم کی جائے گی جبکہ قرضوں پر سود حکومت پنجاب ادا کرے گی۔ سرمایہ کاروں کو زمین بھی رعایتی لیز پر فراہم کی جائے گی تاکہ ابتدائی سرمایہ کاری کے اخراجات کم کیے جا سکیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب کا کہنا تھا کہ سرمایہ کاروں کو کاروبار شروع کرنے کے لیے تمام منظوریوں، سرٹیفکیٹس اور لائسنسوں کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا بلکہ وہ کام شروع کر سکیں گے اور حکومت ضروری کارروائی میں ساتھ ساتھ سہولت فراہم کرے گی۔ فورم سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف نے کہا کہ پنجاب میں معدنی وسائل کی کمی نہیں، اصل مسئلہ ان وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لیے انتظامی رکاوٹیں اور بدنظمی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وزارت معدنیات کی آمدن ان کے وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالنے کے وقت 10 ارب روپے تھی جو ڈھائی سال میں بڑھ کر 40 ارب روپے ہو گئی ہے۔ مریم نواز نے کہا کہ پاکستان کے پاس زمین کے اوپر اور نیچے بے پناہ معدنی دولت موجود ہے جسے تلاش کر کے معاشی ترقی اور عوام کی خوشحالی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معدنی وسائل کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے لیے انتظامی معاملات درست کرنے کی ضرورت ہے اور پنجاب میں آمدن میں اضافہ اس کی ایک مثال ہے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں زمرد، سنگ مرمر، گرینائٹ، سونا، قیمتی پتھر، تانبا اور پنک سالٹ سمیت کئی معدنی وسائل موجود ہیں، ضلع چنیوٹ میں 26 کروڑ 15 لاکھ ٹن خام لوہا موجود ہے جسے پراسیس کر کے اسٹیل تیار کیا جا سکتا ہے۔ مریم نواز نے پنک سالٹ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ پہلے اسے کرسٹل اور چھوٹے بلاکس کی شکل میں خام حالت میں برآمد کیا جاتا تھا لیکن اب اس کی ویلیو ایڈیشن پر کام کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پنک سالٹ کے کان کنوں کو بلاسود مالی معاونت فراہم کی جا رہی ہے جس سے اس شعبے کی آمدن میں اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پنجاب کے 5 دریاؤں میں سونے کے ذرات موجود ہیں اور اس حوالے سے خاطر خواہ شواہد ملے ہیں کہ دریائی ریت میں سونے کی مناسب مقدار موجود ہے۔ اس موقع پر انہوں نے دریائی سونے کا ایک نمونہ بھی دکھایا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب کے دریاؤں خصوصاً میانوالی اور اٹک کے علاقوں میں سونے کی موجودگی کے حوالے سے سروے اور مطالعات جاری ہیں تاکہ وہاں موجود سونے کی مقدار کا تعین کیا جا سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ صوبائی حکومت اس شعبے میں بین الاقوامی شراکت داروں کی تلاش میں بھی ہے تاکہ معدنی وسائل سے حاصل ہونے والی دولت کو مشترکہ خوشحالی میں تبدیل کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ دریاؤں کی ریت اور بجری میں سونے کے علاوہ نایاب معدنیات اور قیمتی دھاتیں بھی موجود ہو سکتی ہیں جن کی مالیت سونے کے برابر یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ مریم نواز نے کہا کہ بطور وزیراعلیٰ ان کی ذمہ داری سرمایہ کاروں کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا ہے۔ حکومت ون ونڈو آپریشن کے ذریعے سرخ فیتے، دفتری تاخیر اور غیر ضروری رکاوٹوں کو ختم کر رہی ہے تاکہ سرمایہ کاروں کو مختلف محکموں کے چکر نہ لگانے پڑیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ حکومت سرمایہ کاروں کو سولر نظام فراہم کرنے کے اخراجات بھی برداشت کرے گی کیونکہ توانائی اور ایندھن کی قیمتیں زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ جنوبی پنجاب کے علاقے قائد آباد، ضلع خوشاب میں قائم مخصوص صنعتی زون میں کسٹم ڈیوٹی سے چھوٹ دی جائے گی اور سرمایہ کاروں کو اس مد میں رقم واپس کی جائے گی۔

آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان: پرامن ماحول اور چیلنجز آزاد کشمیر کا پرامن ماحول سرمایہ کاروں کیلئے بڑا فائدہ ہے، وزیراعظم افتخار گیلانی

قبل ازیں فورم سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم آزاد کشمیر سید افتخار گیلانی نے کہا کہ آزاد کشمیر میں قیمتی پتھروں، گرینائٹ، کوئلے، باکسائٹ اور سیمنٹ سازی کے لیے درکار معدنیات کے قابل شناخت ذخائر موجود ہیں اور اس سلسلے میں سرمایہ کاری کے لیے عالمی اور ملکی شراکت داروں کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ انہوں نے ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کو آزاد کشمیر کے معدنی وسائل کی تلاش اور ترقی کے منصوبوں میں شراکت داری کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ آزاد کشمیر کا پرامن ماحول یہاں آنے والے سرمایہ کاروں کے لیے ایک بڑا فائدہ ہے۔ افتخار گیلانی نے کہا کہ آزاد کشمیر صرف پہاڑوں پر مشتمل علاقہ نہیں بلکہ زیر زمین معدنی خزانوں سے بھی مالا مال ہے۔ یہاں یاقوت کے بڑے ذخائر موجود ہیں جبکہ گرینائٹ، نیم قیمتی پتھروں ٹورمالین اور پکھراج کے بھی قابل شناخت ذخائر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر میں سیمنٹ کی صنعت کے لیے درکار معدنیات، کوئلے اور باکسائٹ کے بھی وسیع ذخائر موجود ہیں۔ حکومت معدنی شعبے سے متعلق قانون سازی کو ملک کے دیگر حصوں کے قوانین سے ہم آہنگ کرنے کے عمل میں ہے اور متعلقہ قانون تقریباً اسمبلی تک پہنچ چکا ہے۔ وزیراعظم آزاد کشمیر کا کہنا تھا کہ اس قانونی ہم آہنگی کے بعد سرمایہ کاروں کو ملک کے چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں یکساں ضابطوں کے تحت کام کرنے کا موقع ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ایسے شراکت داروں کی تلاش میں ہے جنہیں بلند پہاڑی علاقوں میں کان کنی اور معدنی منصوبوں پر کام کرنے کا تجربہ حاصل ہو۔ سیمنٹ کی صنعت کے لیے بھی ایسے سرمایہ کار درکار ہیں جو عمودی طریقے سے کام کرنے کی مہارت رکھتے ہوں۔

آمدورفت کے مسائل، توانائی بحران سرمایہ کاری میں بڑی رکاوٹ ہیں، وزیراعلیٰ گلگت بلتستان

وزیراعلیٰ گلگت بلتستان امجد حسین نے فورم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ معدنی شعبے کی ترقی میں رابطوں اور آمدورفت کا فقدان سب سے بڑا مسئلہ ہے جو سرمایہ کاروں کے لیے بھی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ توانائی کا بحران بھی معدنی شعبے میں سرمایہ کاری کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ گلگت بلتستان میں دھاتوں، تعمیراتی پتھروں، قیمتی معدنیات اور دریائی سونے کے وسیع امکانات موجود ہیں (باقی صفحہ 15 پر)















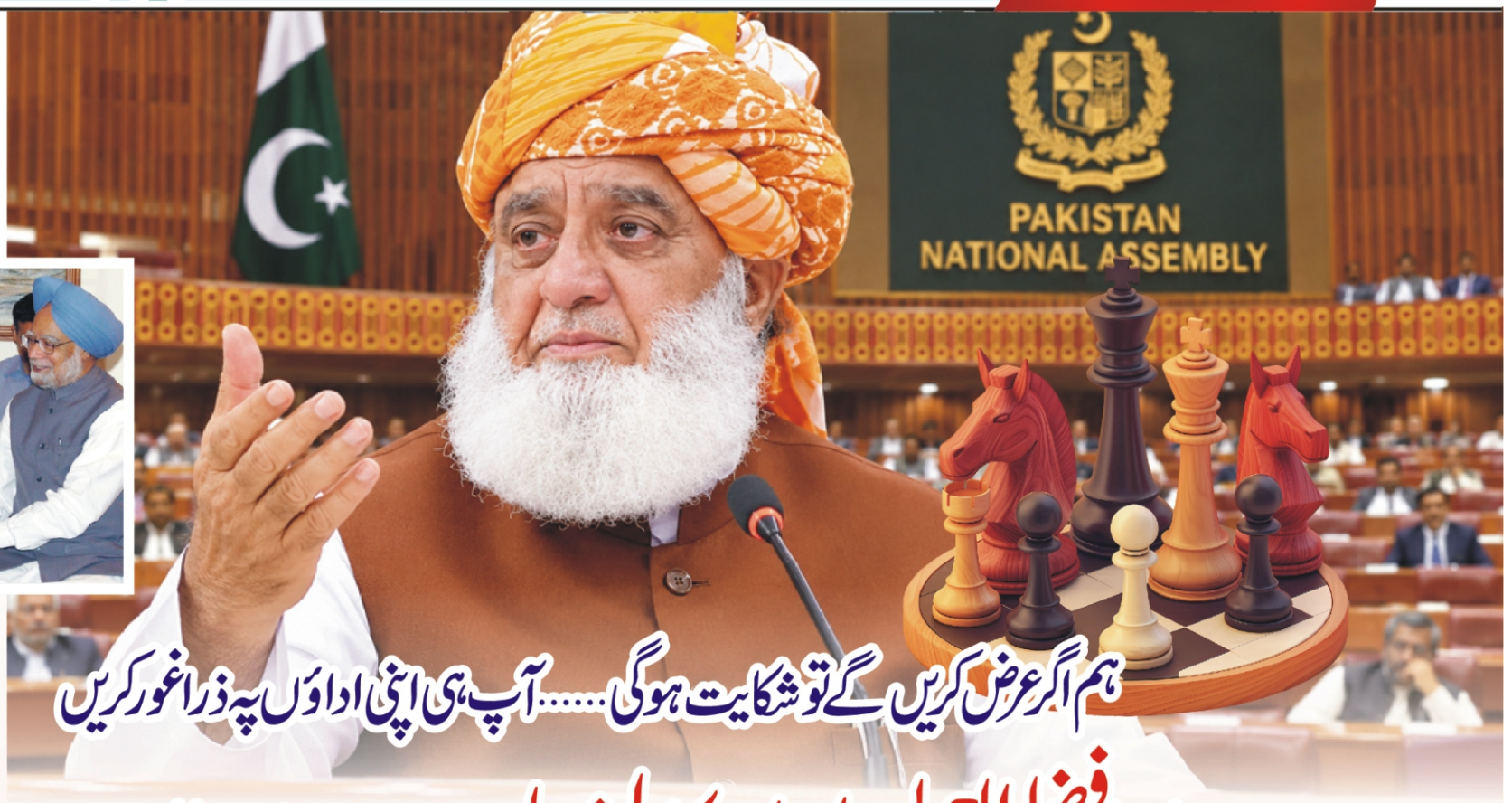

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی..... آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

مولانا فضل الرحمان اور ان کا طرزِ سیاست... چند سوالات

سربراہ جے یو آئی نے 2023ء میں دورۂ بھارت کے موقع پر جن خیالات کا اظہار کیا وہ دہرے طرزِ عمل کی سیاست کا آئینہ دار تھا

کشمیر کے نام پر سیاست کرنیوالے رہنما جب بھارت جا کر کشمیر کو محض دو حکومتوں کا تنازع قرار دیں تو ان کے کردار پر سوال اٹھنا فطری ہے



نسیم الحق زاہدی

پاکستان کی سیاست میں مذہب، جہاد اور کشمیر کے نام پر اپنی سیاسی دکان چمکانے والوں کی ایک طویل تاریخ ہے۔ بعض سیاست دان عوام کے مذہبی جذبات کو اپنی سیاسی طاقت بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، کشمیر کی آزادی کے نعرے لگاتے ہیں، بھارتی مظالم کے خلاف تقاریر کرتے ہیں اور خود کو کشمیری عوام کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جب ان کے عملی کردار اور سیاسی فیصلوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے نعروں اور عمل میں زمین آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان کا جولائی 2003 میں بھارت کا دورہ بھی اسی سیاسی تضاد کی ایک نمایاں مثال ہے۔ پاکستان میں کشمیر کے نام پر سیاست کرنے والے مولانا جب بھارت پہنچے تو ان کے بیانات، ملاقاتوں اور سیاسی طرزِ عمل نے کشمیر کے قومی موقف کے حوالے سے ایسے سوالات پیدا کیے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بھارتی اخبار دی ٹیلیگراف نے 31 جولائی 2003 کو ''مولانا آن اے مشن'' کے عنوان سے شائع ہونے والی رپورٹ میں اس دورے کے مقاصد اور سیاسی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ رپورٹ کے مطابق وہ اس دورے کے ذریعے امریکی حلقوں کے سامنے خود کو ایک معتدل رہنما کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے، حالانکہ پاکستان میں ان کی شناخت ایک سخت گیر مذہبی سیاست دان کی تھی۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ بھارتی مسلمانوں سے گفتگو میں انہوں نے کشمیر کو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے بڑے کردار کے مقابلے میں ایک ایسی توجہ قرار دیا جو دیگر اہم معاملات سے توجہ ہٹا سکتی ہے۔ گویا پاکستان میں کشمیر کو اپنی سیاست کا اہم نعرہ بنانے والے مولانا بھارت پہنچ کر بھارتی مسلمانوں کو یہ سمجھا رہے تھے کہ انہیں کشمیر سے آگے بھی دیکھنا چاہیے۔ یہ دوہرا طرزِ عمل ان کی سیاست کا سب سے بڑا تضاد تھا۔ اس دورے کا سب سے تشویش ناک پہلو دیوبند میں ان کا وہ بیان تھا جس میں انہوں نے کشمیر کو اسلامی یا مذہبی مسئلہ تسلیم کرنے کے بجائے دو حکومتوں کے درمیان تنازع قرار دیا۔ یہ وہی کشمیر ہے جس کے لیے پاکستان نے ہر عالمی فورم پر آواز اٹھائی، جس کے عوام بھارتی قبضے کے خلاف قربانیاں دیتے رہے اور جس کی جدوجہد کو پاکستان ہمیشہ حق خودارادیت کی تحریک قرار دیتا آیا ہے۔ انہوں نے بھارتی سرزمین پر کھڑے ہو کر کشمیر کے مسئلے کو دو حکومتوں کے درمیان تنازع تک محدود کر دیا۔ اس موقف سے کشمیری عوام کی حیثیت اور ان کے حق خودارادیت کو پس منظر میں دھکیلنے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو رہنما پاکستان میں کشمیر کے نام پر جلسے کرتا اور سیاسی حمایت حاصل کرتا ہے، وہ بھارت جا کر کشمیری عوام کی جدوجہد کو اس انداز میں کیوں پیش کرتا ہے؟ کیا انہیں بھارتی قیادت کے سامنے کشمیر کا مقدمہ پیش کرنے کی ہمت نہیں تھی یا وہ دانستہ طور پر بھارتی موقف کے قریب جا رہے تھے؟ انہوں نے شملہ معاہدے کو مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے رہنما اصول قرار دیا اور دوطرفہ مذاکرات کی حمایت کی۔ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے لائن آف کنٹرول کے دونوں جانب اتفاق رائے کی صورت میں اسی بنیاد پر تصفیے کا امکان ظاہر کیا۔ دی ٹیلیگراف نے ان کے اس بیان کو لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد بنانے کے امکان کے طور پر نمایاں کیا۔ یہ کوئی معمولی سفارتی جملہ نہیں تھا۔ لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد بنانے کا تصور کشمیر کی تقسیم کو مستقل حیثیت دینے کے مترادف ہے۔ اس صورت میں مقبوضہ کشمیر کے عوام کی آزادی اور حق خودارادیت کا مطالبہ کہاں جائے گا؟ انہوں نے کس اختیار کے تحت ایسے تصور کی گنجائش پیدا کی؟ کیا کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام کی مرضی کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ پاکستان کے قومی موقف کو اس طرح کمزور کرنا کسی سیاسی رہنما کا اختیار نہیں۔ فضل الرحمان نے بھارت میں صرف حکومتی اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے رہنماؤں سے بھی ملاقات کی۔ یہ وہ تنظیم ہے جو ہندوتوا کے انتہا پسند نظریے کی علمبردار ہے اور جس کی سیاست مسلمانوں کے لیے ہمیشہ تشویش کا باعث رہی ہے۔ دی ٹیلیگراف کے مطابق ان ملاقاتوں کا انتظام نئی دہلی کے بااثر اقتدار کے حلقوں نے کیا تھا۔ انہوں نے آر ایس ایس رہنماؤں کے سامنے تجارت اور اقتصادی روابط کے ذریعے دونوں ملکوں کے درمیان اعتماد بڑھانے کی بات کی اور بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کو بی جے پی کے پارلیمانی وفود پاکستان بھیجنے کی دعوت بھی دی۔ ایک طرف کشمیر میں بھارتی مظالم اور مسلمانوں کے خلاف انتہا پسند سیاست موجود تھی، دوسری طرف وہ اسی انتہا پسند نظریے کی نمائندہ تنظیم کے رہنماؤں کے ساتھ روابط بڑھا رہے تھے۔ کیا یہ ان کی مذہبی سیاست کا اصل چہرہ تھا؟ کیا پاکستان میں ہندوتوا کے خلاف تقریریں کرنے والے انہیں بھارت میں آر ایس ایس سے قربت بڑھانے میں کوئی تضاد دکھائی نہیں دیا؟ بھارت میں قیام کے دوران انہوں نے کٹڑا اور ٹانڈہ کے فوجی کیمپوں پر عسکریت پسندوں کے حملوں کی مذمت بھی کی۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان واپسی کے بعد انہوں نے بھارت میں دیے گئے اپنے بیانات سے رجوع کرنے کے بجائے انہیں برقرار رکھا۔ ان کا کہنا تھا کہ کشمیری عسکریت پسندوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہمیشہ مسلح رہیں گے اور کشمیر کے عوام کو امن کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ امن کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن انہوں نے اس پورے معاملے میں کشمیری عوام کے حق خودارادیت اور بھارتی قبضے کے خاتمے کو کس مقام پر رکھا؟ ان کی گفتگو میں کشمیریوں سے مسلح جدوجہد ختم کرنے کا پیغام نمایاں تھا، لیکن بھارتی ریاست سے کشمیریوں کو ان کا حق دینے کا مطالبہ اسی شدت سے سامنے نہیں آیا۔ یہ طرزِ عمل بھارت کے لیے سہولت اور کشمیریوں کے لیے دباؤ کا باعث بننے والا تھا۔ بھارتی اخبار کے مطابق ایل او سی کو مستقل سرحد بنانے کی جو سودے بازی جنرل پرویز مشرف یا وزیراعظم ظفراللہ جمالی غداری کے الزام کے خوف سے خود



نہیں کر سکتے تھے، اسے سیاسی اور مذہبی جواز دینے کے لیے مولانا فضل الرحمان کو استعمال کیا گیا۔ اس دورے کا ایک مقصد بھارت کے ہندو انتہا پسند حلقوں کے ساتھ براہ راست رابطے قائم کرنا بھی تھا۔ انہوں نے واجپائی کو بی جے پی کے رہنماؤں اور آر ایس ایس کے وفود پاکستان بھیجنے کی دعوت دی۔ اس کے بعد بھارتی وفد میں بی جے پی اور آر ایس ایس کے نمائندوں کی پاکستان آمد کی خبریں بھی سامنے آئیں۔ یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہو رہا تھا جب کشمیر کا تنازع حل طلب تھا اور بھارت میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ بھی موجود تھا۔ اس دورے میں انہوں نے اپنے سیاسی روابط بڑھانے اور خود کو امن کے عمل کا اہم کردار ثابت کرنے پر توجہ دی، لیکن کشمیر کے بنیادی مسئلے پر ان کے بیانات نے ان کے کردار کو مزید متنازع بنا دیا۔ فضل الرحمان کو یہ سمجھنا ہوگا کہ کشمیر کسی سیاسی جماعت کی انتخابی مہم، کسی رہنما کی سفارتی پذیرائی یا اقتدار کی سودے بازی کا موضوع نہیں۔ کشمیری عوام کی قربانیاں کسی سیاسی مصلحت کے تابع نہیں کی جا سکتیں۔ پاکستان میں کشمیر کے نام پر سیاست کرنے والے رہنما جب بھارت جا کر کشمیر کو محض دو حکومتوں کا تنازع قرار دیں، لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد بنانے کے امکان کی بات کریں اور آر ایس ایس کے رہنماؤں سے قربت بڑھائیں تو ان کے کردار پر سوال اٹھنا فطری ہے۔ ان کے دورہ بھارت نے سیاسی نعروں اور عملی موقف کے درمیان موجود تضاد کو بے نقاب کیا۔ کشمیر کے نام پر قوم کو جذباتی تقاریر سنانا اور بھارت جا کر ایسے موقف اختیار کرنا جو بھارتی قیادت کے لیے قابل قبول ہوں، دوٹوک سیاسی اصول پسندی نہیں بلکہ کھلا تضاد ہے۔ کشمیر کا سودا کرنے کا اختیار نہ مولانا فضل الرحمان کو تھا، نہ کسی دوسرے سیاست دان کو ہے۔ کشمیر کا فیصلہ کشمیری عوام کی مرضی اور ان کے حق خودارادیت کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔

☆.....☆





ملک ممتاز مہدی

ہائبرڈ لائٹس کا طوفان

سڑکوں پر رات کا سفر یا موت کا سامنا؟

ترقی یافتہ ممالک میں سڑک کی روشنی کو سفر کی سہولت اور حفاظت کی علامت سمجھا جاتا ہے، لیکن پاکستان میں یہی روشنی اندھے پن، خوف ناک حادثات اور موت کا پیغام بن چکی ہے۔







ترقی یافتہ ممالک میں سڑک کی روشنی کو سفر کی سہولت اور حفاظت کی علامت سمجھا جاتا ہے، لیکن پاکستان میں یہی روشنی اندھے پن، خوف ناک حادثات اور موت کا پیغام بن چکی ہے۔ حال ہی میں علی پور چٹھہ سے تعلق رکھنے والی سماجی متحرک شخصیت سیف اللہ بٹ صاحب نے فیس بک پر اس سنگین مسئلے کی جانب اشارہ کیا۔

ان کا یہ خدشہ محض ایک پوسٹ نہیں بلکہ ایک کڑوی حقیقت تھی، جس پر بشکریہ ان کی توجہ دلانے کا اعتراف کرتے ہوئے اس موضوع پر گہرے غور وفکر، تحلیلی جائزے اور انتظامی وقانونی حل کی فوری ضرورت محسوس کی گئی۔ آج رات کے وقت ہماری شاہ راہوں اور شہری سڑکوں پر سفر کرنا ایک خطرناک ا?زمائش کا روپ دھار چکا ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ گاڑیوں میں غیر قانونی، غیر معیاری اور ظالمانہ ہائبرڈ، HID اور LED لائٹس کا بے دریغ اور بے دھڑک استعمال ہے۔

ٹرکوں، بسوں، ڈمپروں اور کاروں سے لے کر موٹر سائیکلوں تک، کمپنی کی اصل ہیڈ لائٹس کے علاوہ دو، چار اور چھے اضافی تیز سفید فلیشر زاور ایل ای ڈی لائٹس نصب کر لی گئی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ یہ روشنیاں سڑک کو روشن کرنے کے لیے نہیں، بلکہ سامنے سے آنے والی گاڑی کو مرعوب کرنے، ڈرانے اور اپنی جھوٹی فوقیت کا مظاہرہ کرنے کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ یہ عمل ٹریفک قوانین کے ساتھ ساتھ بنیادی انسانی اخلاقیات کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس کی وجہ سے آج رات کے سفر میں سڑک پر ''مصنوعی اندھا پن'' اور حادثات کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ جب سامنے سے کسی گاڑی کی یہ تیز اور اندھی کر دینے والی روشنی پڑتی ہے تو ڈرائیور چند سیکنڈ کے لیے بصارت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔

اس لمحے ڈرائیور دو ہرے خوف کا شکار ہوتا ہے: ایک تو سامنے آنے والی تیز روشنی والی گاڑی سے ٹکراؤ کا خدشہ، اور دوسرا (جو زیادہ خطرناک ہے) گاڑی گزرنے کے بعد آنکھوں کے سامنے چھا جانے والی چند سیکنڈوں کی تیرگی۔ انہیں چند ناگزیر لمحوں میں سڑک پر موجود موٹر سائیکل، رکشا، ریڑھی، پیدل چلنے والا، گڑھا یا ڈیوائیڈر نظر نہیں آتا اور لمحوں میں ہنستا کھیلتا انسان حادثے کی نذر ہو جاتا ہے۔ تیز لائٹس سے صرف گاڑی ڈرائیو کرنے والے ہی متاثر نہیں ہوتے، بلکہ سڑک پار کرنے والے پیدل افراد، بزرگ اور سائیکل سوار بھی سامنے کچھ نہ دیکھ پانے کی وجہ سے گاڑیوں کی زد میں آ جاتے ہیں۔

تحقیق اور میدانی مشاہدات بتاتے ہیں کہ رات کے وقت ہونے والے بیشتر مہلک حادثات کی اصل وجہ محض تیز رفتاری نہیں، بلکہ سڑک پر پیدا ہونے والا یہی ''مصنوعی اندھا پن'' (Temporary glare/ nightblindness) ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان لائٹس سے نکلنے والی شدید نیلگوں اور سفید روشنی انسان کی بصارت پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس سے آنکھوں پر شدید دباؤ پڑتا ہے، جس سے آنکھوں میں جلن، پانی آنا، اور وقت سے پہلے نظر کا کم زور ہونا جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

ایشیائی ممالک کا موازنہ: چین، جاپان اور بھارت میں کیا صورت حال ہے؟ اگر ہم خطے کے دیگر ایشیائی ممالک کے ٹریفک قوانین اور وہاں ان تیز ہیڈ لائٹس، ہائبرڈ لائٹس اور غیر قانونی ایل ای ڈی فلیشر ز کے کنٹرول کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں قوانین کس قدر سخت ہیں:

چین: چین میں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی روشنی کی حد (Luminous intensity) اور زاویے (Beam angle) کو قومی معیار (GB Standards) کے تحت سختی سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ غیر قانونی طور پر تیز لائٹس لگانے والوں پر بھاری جرمانے عائد کیے جاتے ہیں۔ سب سے دل چسپ اور مو?ثر بات یہ ہے کہ چین کے چند اضلاع میں اگر کوئی ڈرائیور بلاوجہ ہائی بیم (high beam) یا افٹر مارکیٹ (Aftermarket) تیز لائٹس استعمال کرتے ہوئے پکڑا جائے تو ٹریفک پولیس اسے ایک برقی کرسی پر بٹھا کر چند سیکنڈ کے لیے اپنی ہی گاڑی کی تیز روشنی کے سامنے دیکھنے کی علامتی سزا دیتی ہے تاکہ اسے احساس ہو کہ اس کی تیز روشنی سے سامنے والے کو کتنی اذیت ہوتی ہے۔

جاپان: جاپان میں روڈ سیفٹی قوانین اتنے جامع ہیں کہ گاڑی کے ہر سالانہ معائنے کے وقت ہیڈ لائٹس کی برائٹنس، کلر ٹمپریچر اور لائٹ کٹ ا?ف لائن کو لیزر ا?لات سے ناپا جاتا ہے۔ ا?فٹر مارکیٹ غیر قانونی ہائبرڈ، ایچ ا?ئی ڈی یا اضافی فلیشر ز لگانا مکمل طور پر ممنوع ہے۔ قانون شکنی پر گاڑی کا ڈرائیونگ لائسنس معطل اور بھاری چالان کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے جاپانی شاہراہیں دنیا میں سب سے محفوظ شمار ہوتی ہیں۔

بھارت: پاکستان سے ملتے جلتے خطے کے باوجود، بھارت نے سینٹرل موٹر وہیکلز رولز (CMVR) کے تحت تمام غیر قانونی آفٹر مارکیٹ LED اور HID غیر منظور شدہ فلیشر ز کے استعمال پر سخت پابندی عائد کر رکھی ہے۔ سپریم کورٹ کے احکامات کے مطابق ٹریفک پولیس ٹول پلازوں اور شہروں کی ناکا بندیوں کے دوران ایسی اضافی لائٹس کو موقع پر ہی توڑنے یا اتروانے کی مجاز ہے اور ایسا کرنے پر قانون کے تحت گاڑی کا روٹ پرمٹ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

یہ موازنہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دنیا یا ہمارے پڑوسی ممالک میں ایسی اندھی کر دینے والی لائٹس کی مطلق اجازت نہیں ہے، بلکہ وہاں روڈ سیفٹی کو انسانی زندگی سے جوڑ کر باقاعدہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ کیا ہمارے اندر خوفِ خدا باقی ہے؟ (ایک سنجیدہ فکر) ہمیں یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ سڑک پر صرف نوجوان ڈرائیور ہی سفر نہیں کرتے۔ ہماری شاہراہوں پر ہر عمر کے لوگ بزرگ، بیمار، اعصابی تناؤ کے شکار افراد اور خواتین ڈرائیورز بھی روزانہ سفر کرتی ہیں۔

جب سامنے سے ایک اچانک اندھی کر دینے والی ظالمانہ روشنی آتی ہے تو ایک باہمت نوجوان کے لیے بھی گاڑی سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے، چہ جائے کہ کوئی بزرگ، خاتون یا مبتدی ڈرائیور ہو۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے اندر خوفِ خدا اور انسانیت کا کوئی احساس باقی ہے؟ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہماری انا اور شوق کی خاطر لگائی گئی ایک اضافی تیز لائٹ کسی کے لیے کتنے خوف اور اذیت کا سبب بنتی ہے؟ قرآن وسنت ہمیں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے اور دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنے کا درس دیتے ہیں، جب کہ ہمارا یہ طرزِ عمل دوسروں کے راستے میں موت کا جال بچھانے کے مترادف ہے۔

سانحے کا انتظار: ہمارا قومی المیہ۔

پاکستان میں انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ایک بہت بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی برائی یا غیر قانونی عمل شروع ہوتا ہے تو اسے معمولی جان کر نظر انداز کیا جاتا ہے اور سے ابتدائی سطح پر ہی جڑ سے ختم نہیں کیا جاتا۔ ہم اس وقت تک بے حسی کی نیند سوئے رہتے ہیں جب تک کہ کئی افسوس ناک واقعات، خوں ریز سانحات اور درجنوں قیمتی جانوں کے ضیاع کا ماتم نہ کر لیا جائے۔ جب پانی سر سے گزر جاتا ہے اور میڈیا پر شور مچتا ہے تو اچانک چند دنوں کے لیے انتظامیہ جاگ اٹھتی ہے، کاغذی کارروائیاں اور دکھاوے کی مہمات شروع ہوتی ہیں اور پھر معاملہ دوبارہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ آخر ہم کب تک حادثات اور لاشیں اٹھانے کے بعد جاگنے کی اس روایت کو قائم رکھیں گے؟ کیا ان ظالمانہ لائٹس کی وجہ سے ہونے والی ہلاکتوں کے بعد انتظامیہ کی آنکھیں کھولنا ضروری ہے؟

پاکستان میں ابھی تک اس اہم اور جان لیوا مسئلہ کی جانب دھیان نہیں دیا جا رہا۔ اس ضمن میں فوری طور پر ایکشن لیتے ہوئے ارباب اختیار، آئی جی موٹروے اور تمام شاہراہوں کے آفیسرز کو فوری اور ضروری اقدامات کی ضرورت ہے! ہم اس تحریر کے ذریعے آئی جی موٹروے اینڈ نیشنل ہائی وے پولیس، تمام زونل ڈی آئی جیز، ایس پیز، ڈسٹرکٹ ٹریفک آفیسرز اور سیف سٹی اتھارٹی کے اعلیٰ حکام سے دلی اور پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس سنگین اور جان لیوا مسئلے کا فوری اور سخت ترین نوٹس لیں۔ تمام قومی موٹرویز اور ہائی ویز پر بلاتفریق محاسبہ: خیبر سے کراچی تک پھیلے ہوئے پورے قومی شاہ راہی نظام — بشمول M-1 (پشاور تا اسلام آباد)، M-2 (اسلام آباد تا لاہور)، M-3، M-4، M-5 (ملتان تا سکھر)، M-9 (حیدر آباد تا کراچی)، سوات ایکسپریس وے اور N-5، N-55 سمیت تمام قومی ہائی ویز — پر روزانہ لاکھوں گاڑیاں سفر کرتی ہیں۔ تمام موٹروے پولیس اور ہائی وے آفیسرز ٹول پلازوں کے انٹری پوائنٹس پر ہی ان غیر قانونی ہائبرڈ اور HID لائٹس والی گاڑیوں کا داخلہ روکیں، موقع پر ہی یہ لائٹس اتار کر ضبط کریں اور گاڑیوں کے روٹ پرمٹ یا فٹنس سرٹیفکیٹ منسوخ کریں یا بھاری جرمانہ عائد کریں۔

سیف سٹی کیمروں کا فوری اور موثر استعمال: تمام بڑے شہروں اور منسلک شاہراہوں پر اربوں روپے کی لاگت سے قائم سیف سٹی کے جدید کیمروں کا نظام صرف اوور اسپیڈنگ تک محدود نہ رکھا جائے۔ تمام چیف ایگزیکٹوز اور کنٹرول روم آفیسرز کو ہدایت جاری کی جانی چاہیے کہ غیر قانونی، حد سے زیادہ تیز اور فلیشر لائٹس والی گاڑیوں کی سیف سٹی کیمروں سے خودکار نشان دہی کر کے بھاری ای-چالان جاری کیے جائیں۔ واضح SOPs اور معلوماتی بورڈز: تمام موٹرویز، ایکسپریس ویز اور قومی شاہراہوں کے داخلی راستوں پر لائٹس کے استعمال اور زاویوں کے قانونی ضوابط (SOPs) پر مبنی نمایاں معلوماتی بورڈز آویزاں کیے جائیں اور ان قوانین پر بلا تفریق عمل درآمد کروایا جائے۔

معاشرتی بے حسی اور خود احتسابی: یہ صرف انتظامی ناکامی نہیں، بلکہ ہماری اجتماعی بے حسی، خودغرضی اور نفسیاتی بگاڑ کا بھی ثبوت ہے۔ ہمیں اس بات کا ذرا احساس نہیں کہ ہماری گاڑی کی ایک اضافی لائٹ سامنے سے آنے والے کسی ڈرائیور کی وقتی طور پر بینائی چھین کر اسے بڑے حادثے سے دوچار کر سکتی ہے۔ اس مسئلے کا تدارک صرف احباب اختیار اور حکومت کا ہی فرض نہیں ہم میں سے ہر شہری کی بھی یہ بنیادی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی گاڑی سے ایسی تمام اضافی اور غیر قانونی لائٹس فوری ہٹائے، کمپنی کی اصل لائٹس کا زاویہ درست رکھے اور رات کے سفر میں ڈِپر کا اخلاقی استعمال یقینی بنائے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ گاڑی سڑک کنارے کھڑی ہے لیکن لائٹس فل ان ہیں جس سے سامنے سے آنے والوں کو بمشکل ہی نظر آتا ہے، یہ اب ہمارا اپنا سوچنے کا کام ہے کہ جب کھڑے ہی ہوئے ہیں تو اخلاقاً لائٹس کو مدھم کر لیں یا ہو سکے تو بند ہی رکھیں تاکہ دوسروں کو ہماری وجہ سے دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سڑک کسی ایک کی جاگیر نہیں، ہم سب کا مشترکہ راستہ ہے۔ اسے اپنی طاقت اور انا کے اظہار کی آماج گاہ نہ بنائیں۔ یاد رکھیے، اپنی گاڑی کی لائٹ کا زاویہ درست کرنے اور غیر قانونی لائٹ ہٹانے سے آپ کا سفر خراب نہیں ہوگا، مگر کسی کی قیمتی جان اور گھر کا چراغ بجھنے سے ضرور بچ جائے گا۔

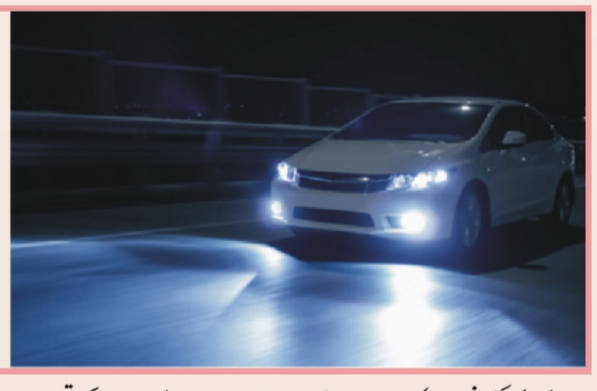





اٹلی کے ایک چھوٹے سے قصبے سے کانگریس کی قیادت تک: سونیا گاندھی کی زندگی کے نشیب و فراز کی کہانی

سنڈے میگزین رپورٹ

31 اکتوبر 1984 کی صبح سونیا گاندھی ایک نوجوان بیوی اور ماں تھیں اور انڈیا کے دارالحکومت دہلی میں وزیرِ اعظم کی رہائش گاہ پر مقیم تھیں۔ وہ نہانے ہی والی تھیں کہ انھوں نے باغ میں فائرنگ کی آواز سنی۔ ان کی ساس اور انڈیا کی وزیرِ اعظم اندرا گاندھی کچھ ہی دیر پہلے ساتھ ہی واقع ایک عمارت میں اپنے دفتر کے لیے روانہ ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ان کے سکھ محافظوں میں سے دو نے انھیں قتل کر دیا۔ یہ قتل اسی سال امرتسر میں سکھ مذہب کے مقدس ترین مقام گولڈن ٹیمپل پر انڈین فوج کے حملے کے ردِعمل میں کیا گیا تھا۔ سونیا گاندھی کو فائرنگ کی آواز پٹاخوں جیسی لگی، لیکن اس میں کچھ فرق تھا۔ بچوں کی آیا گھبراہٹ کے عالم میں



باتھ روم کے دروازے پر زور زور سے دستک دینے لگیں اور باغ کی جانب اشارہ کرنے لگیں۔ سونیا بھاگ کر راستے کی طرف گئیں۔ ایک سفید رنگ کی ایمبیسڈر گاڑی آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ گاڑی کے اندر اندرا گاندھی خون میں لت پت پڑی تھیں۔ ان کی ساڑھی پر خون کے دھبے تھے، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے، جیسا کہ سونیا کو یاد تھا۔ انھوں نے 'ممی، ممی' کہنے کی کوشش کی، لیکن ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ ہسپتال میں کئی گھنٹے انتظار کے بعد ایک ڈاکٹر نے سر ہلا کر ان کے اس اندیشے کی تصدیق کر دی جس کا انھیں ڈر تھا۔

لیکن یہ آزمائش یہیں ختم نہیں ہوئی۔ سونیا کے شوہر اور اندرا گاندھی کے بڑے بیٹے راجیو گاندھی کو مغربی بنگال میں ایک انتخابی جلسے سے بلایا گیا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے سونیا کو بتایا کہ کانگریس پارٹی کے رہنما چاہتے ہیں کہ وہ وزیرِ اعظم کا عہدہ سنبھالیں۔ سونیا کا ردِعمل غصے اور خوف پر مبنی تھا۔ انھوں نے راجیو سے التجا کی 'وہ آپ کو قتل کر دیں گے، وہ آپ کو بھی قتل کر دیں گے!'

راجیو نے جواب دیا 'وہ مجھے بہرحال قتل کر دیں گے۔' اسی شام جب اندرا گاندھی کی میت گھر میں رکھی تھی، راجیو نے وزیرِ اعظم کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔

یہ سونیا گاندھی کی نئی یادداشتوں پر مبنی کتاب 'بیلانگنگ: اے جرنی آف لوز' کے سب سے دل دہلا دینے والے واقعات میں سے ایک ہے، جس میں نجی زندگی کا ایک بڑا سانحہ اور عوامی زندگی کے دباؤ ساتھ ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ خاتون جو بڑی حد تک سیاست سے دور رہی تھیں، اب انڈیا کے وزیرِ اعظم کی اہلیہ بن چکی تھیں۔ بعد ازاں وہ خود کانگریس پارٹی کی سربراہ بنیں، دو عام انتخابات میں پارٹی کی کامیابی کی قیادت کی اور انڈیا کی سیاست کی اہم ترین شخصیات میں شمار ہونے لگیں۔ اس واقعے میں ایک اور بڑے سانحے کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ سنہ 1991 میں خود راجیو گاندھی کو بھی قتل کر دیا گیا۔

سونیا گاندھی کے لیے اس کے بعد کے برس سیاست سے دوری اختیار کرنے میں گزرے۔

وہ صرف 19 برس کی تھیں جب اٹلی کے ایک چھوٹے سے قصبے سے تعلق رکھنے والی اس نوجوان خاتون کی انگلینڈ میں راجیو گاندھی سے ملاقات ہوئی، جو وہاں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے۔ اس تعلق نے انھیں ایک نئے ملک اور خاندان سے جوڑ دیا اور جلد ہی ان کی اندرا گاندھی سے بھی گہری قربت ہوگئی۔ اپنے شوہر اور ساس کی وجہ سے انڈیا ان کا گھر بن گیا۔ راجیو گاندھی کے قتل کے بعد ان کے زیرِ انتظام یادگاری اداروں کے لیے ضروری عوامی تقریبات میں شرکت کرنا بھی ان کے لیے ایک مشکل مرحلہ بن گیا۔ تقاریر سے پہلے انھیں خدشہ رہتا تھا کہ کہیں وہ جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو نہ بہنے لگیں۔

جب دلائی لامہ نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے شوہر کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتی ہیں تو انھوں نے جواب دیا، 'نہیں، میں ایسا نہیں چاہتی۔' اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ وہ وقت کے ساتھ راجیو کی یاد ان کے لیے ایک ایسے احساس میں بدل گئی جو ان کے اندر موجود تھا، اور کسی گہری کمی کی صورت میں انھیں مسلسل تکلیف دیتا تھا۔ تاہم خاندان کی خوشی کے مواقع پر بھی غم لوٹ آتا تھا۔ سنہ 1995 میں جب ان کے بیٹے راہل نے کیمبرج یونیورسٹی سے گریجویشن کیا تو سونیا اور ان کے بچے یہ سوچ کر جذباتی ہوگئے کہ راجیو اس موقع پر کتنا فخر محسوس کرتے۔

دوسری جانب سیاست بھی آہستہ آہستہ ان کے قریب آ رہی تھی۔ کانگریس پارٹی، جو کئی نسلوں سے ان کے شوہر کے خاندان کی سیاسی پہچان رہی تھی، اپنی یکجہتی کھو رہی تھی اور انتخابی میدان میں بھی اس کی حمایت کم ہو رہی تھی۔ پارٹی کے سینئر رہنما دوسری جماعتوں میں شامل ہو رہے تھے اور سونیا سے قیادت سنبھالنے کے مطالبات زور پکڑ رہے تھے۔ ابتدا میں انھوں نے انکار کر دیا۔ وہ لکھتی ہیں کہ انھوں نے راجیو کے ذریعے سیاست کو قریب سے دیکھا تھا، اس کی کامیابیاں بھی اور اس کے ساتھ جڑی 'خواہشِ اقتدار اور لالچ، منافقت اور دھوکہ دہی' بھی۔ وہ لکھتی ہیں، 'مجھے ہمیشہ سیاست ناپسند رہی ہے۔' سیاست پہلے ان کی ساس اور پھر 'میری زندگی کی محبت، میرے بچوں کے والد' کو ان سے چھین چکی تھی۔ لیکن کانگریس کا زوال اب انھیں ذاتی نقصان محسوس ہونے لگا تھا۔ اندرا اور راجیو کی تصاویر کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ 'درد اور احساسِ جرم کے ملے جلے جذبات' میں گھر جاتیں۔

انھیں خدشہ تھا کہ جن قوتوں کے خلاف ان کے ساس اور شوہر نے انڈیا کے 'کثرت پر مبنی معاشرتی تشخص' کے تحفظ کے لیے جدوجہد کی تھی، وہ دوبارہ مضبوط ہو رہی ہیں۔ ان کی نظر میں بڑھتی ہوئی ہندو قوم پرستی انڈیا کے اس 'سیکولر اور کثرت پسندانہ تصور' کے لیے خطرہ تھی جس کا دفاع اندرا اور راجیو کرنا چاہتے تھے۔ کانگریس رہنماؤں کا مؤقف تھا کہ اگر سونیا نے قیادت نہ سنبھالی تو پارٹی تقسیم ہو سکتی ہے اور فرقہ وارانہ سیاست کے مقابلے کے لیے کوئی مضبوط سیاسی قوت باقی نہیں رہے گی۔ سونیا کا خیال تھا کہ ان کے خاندان کا نام مذہب، ذات، زبان اور علاقے کی حدود سے بالاتر ہو کر لوگوں میں مقبولیت رکھتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ یہی دلیل ان



کے لیے 'سب سے زیادہ قائل کرنے والی' ثابت ہوئی۔

سونیا گاندھی کو اپنی اہلیت پر بھی شبہات تھے۔ وہ سوچتی تھیں کہ ایک بیرونی شخص ان دو بااثر شخصیات کی جگہ کیسے لے سکتا ہے؟ گھر میں ان کے بچوں راہل اور پریانکا کو بھی یہ خوف تھا کہ کہیں وہ اپنی ماں کو بھی اسی طرح نہ کھو دیں جیسے وہ اپنی دادی اور والد کو کھو چکے تھے۔ نئے سال کی چھٹیوں پر







روانگی سے پہلے دونوں نے اپنی ماں سے وعدہ لیا 'آپ ہماری غیر موجودگی میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گی جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔'

سونیا کے مطابق انھیں اپنے سوالوں کا 'جواب' بھگوت گیتا کے مطالعے سے ملا۔ اگرچہ بالغ ہونے کے بعد وہ مذہبی نہیں رہی تھیں، تاہم جنوری 1997 میں انھوں نے سنسکرت کے ایک عالم سے نجی طور پر اس کتاب کے اسباق لینا شروع کیے۔ دونوں نے اس کتاب کو ایک ایک شعر پڑھ کر سمجھا۔ وہ لکھتی ہیں کہ اس کا بنیادی پیغام، یعنی اپنے فرض (دھرم) کو اس کے نتائج کی پروا کیے بغیر ادا کرنا، بالآخر ان



کے اندرونی تضاد کو ختم کرنے کا سبب بنا۔ وہ لکھتی ہیں 'مجھے اپنے شکوک اور سوالات کا جواب مل گیا تھا۔ مجھے آگے بڑھنا تھا اور وہاں جانا تھا جہاں میرا فرض مجھے بلا رہا تھا۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔' تاہم ان کی یادداشتوں میں سیاست سے متعلق سب سے ڈرامائی واقعہ سات سال بعد پیش آیا، جب کانگریس نے سنہ 2004 کے عام انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ اس انتخابی مہم کی قیادت سونیا گاندھی نے کی تھی۔ سونیا گاندھی، من موہن سنگھ کے ساتھ دہلی میں صدارتی محل گئیں تاکہ صدرِ انڈیا سے ملاقات کر کے کانگریس کی قیادت میں قائم اتحاد کی حکومت بنانے کا باضابطہ دعویٰ پیش کر سکیں۔ ہر کسی کا خیال تھا کہ وہ خود وزیرِ اعظم بنیں گی، لیکن انھوں نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔

گھر واپس آ کر انھوں نے اپنے ایک سینئر معاون کو بتایا کہ وہ وزیرِ اعظم کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ دوسری جانب پارٹی کارکن انکی رہائش گاہ کے باہر جمع ہو گئے تھے اور سینئر رہنما ان سے ملاقات کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ایک رہنما نے کہا 'آپ نے انتخابی مہم چلائی، ہماری قیادت کی۔ لوگوں نے آپ پر اعتماد کیا۔ آپ انھیں اس طرح مایوس کیسے کر سکتی ہیں؟ ہمارے کارکن بغاوت کر دیں گے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ وہ کسی اور رہنما کو قبول کر لیں گے؟'

اتحادی جماعتوں کے رہنما بھی انھیں قائل کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ سونیا لکھتی ہیں کہ ان رہنماؤں نے انھیں گھیر لیا اور ان میں سے ایک نے اصرار کیا 'ہم آپ کا انکار قبول نہیں کریں گے۔' اس دباؤ سے گھبرا کر سونیا نے دھیمی آواز میں کہا 'ٹھیک ہے۔' رہنماؤں نے اسے ان کی رضامندی سمجھا اور انھیں مبارک باد دینا شروع کر دی۔ سونیا کے مطابق ان کے بچے اس صورتِ حال پر سخت ناراض ہوئے۔ راہل نے ان کے پاس آ کر پوچھا 'آپ نے ہاں کر دی؟' جبکہ ان کی بیٹی پریانکا نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کسی کے دباؤ میں آ کر فیصلہ نہ کریں۔

سونیا لکھتی ہیں کہ اس کے بعد انھوں نے ایک طویل رات خود سے، دوستوں اور اہلِ خانہ سے بحث کرتے ہوئے گزاری۔ (باقی صفحہ 15 پر)

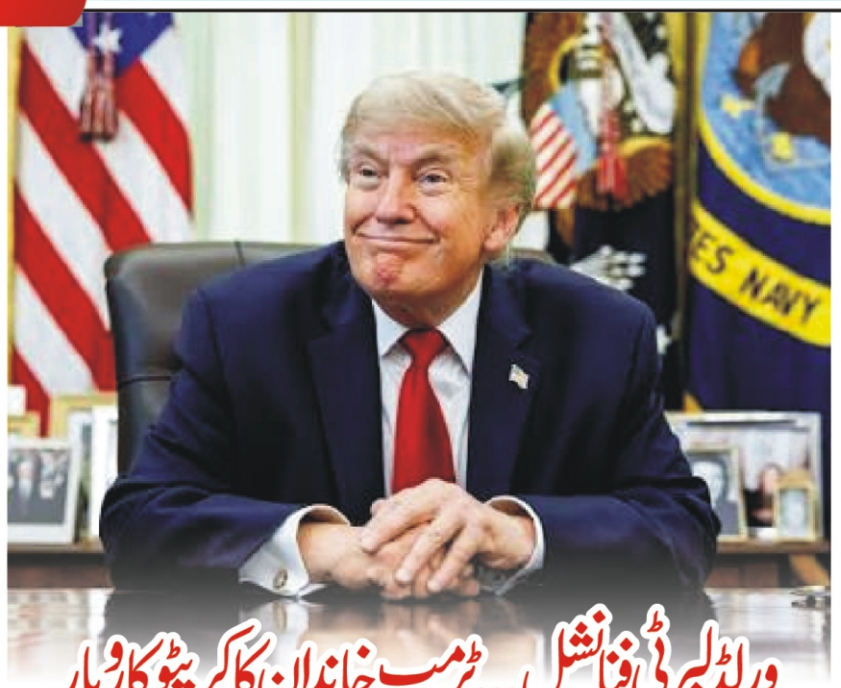

ورلڈ لبرٹی فنانشل... ٹرمپ خاندان کا کرپٹو کاروبار

پاکستان سے روابط اور ڈیموکریٹس کا تحقیقات کا عندیہ

صدر ٹرمپ نے اس کمپنی سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے تاہم امریکی وسط مدتی انتخابات میں فتح کے بعد ڈیموکریٹس نے عندیہ دیا ہے کہ وہ کانگریس کے تفتیشی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ٹرمپ خاندان کے کرپٹو کاروبار اور اس کے غیر ملکی روابط کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

.....میگزین رپورٹ.....

پاکستان کا کہنا ہے کہ اس نے امریکی صدر ٹرمپ کے خاندان سے وابستہ کرپٹو کمپنی ورلڈ لبرٹی فنانشل میں کوئی سرمایہ کاری نہیں کی ہے۔ یہ کمپنی ٹرمپ کے بیٹوں اور مشرقِ وسطیٰ کے لیے امریکہ کے خصوصی ایلچی سٹیو وٹکوف کے بچوں نے قائم کی تھی۔ صدر ٹرمپ نے اس کمپنی سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے تاہم امریکی وسط مدتی انتخابات میں فتح کے بعد ڈیموکریٹس نے عندیہ دیا ہے کہ وہ کانگریس کے تفتیشی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ٹرمپ خاندان کے کرپٹو کاروبار اور اس کے غیر ملکی روابط کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

اپنے موقف میں پاکستان ورچوئل اثاثہ جات ریگولیٹری اتھارٹی (پی وی اے آر اے) کا کہنا ہے کہ ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ساتھ پاکستان کا تعلق 'بنیادی طور پر تکنیکی تعاون اور مالیاتی نظام کے مستقبل سے متعلق امکانات کا جائزہ لینے تک محدود رہا ہے۔'

ادھر ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ایک ترجمان ڈیوڈ واکس مین کے مطابق 2025 میں کمپنی سے وابستہ ایک ادارے نے حکومتِ پاکستان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا تاکہ امریکی ڈالر سے منسلک سٹیبل کوائنز کو مالیاتی نظام میں شامل کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے۔ واضح رہے کہ مارچ 2025 میں حکومتِ پاکستان نے کرپٹو کونسل قائم کی تھی، بعد ازاں اسی کونسل کے تحت اپریل 2025 میں ورلڈ لبرٹی فنانشل (ڈبلیو ایل ایف) کے ساتھ ایک لیٹر آف انٹینٹ پر دستخط کیے گئے تھے۔ لیٹر آف انٹینٹ ایک ایسی ابتدائی نوعیت کی دستاویز کو کہتے ہیں جس میں حتمی معاہدے سے پہلے فریقین کے درمیان بنیادی شرائط، توقعات اور باہمی سمجھ بوجھ کا خاکہ طے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد 14 جنوری 2026 کو پاکستان نے ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ساتھ ایک مفاہمتی یادداشت پر دستخط کیے۔ یادداشت پر دستخط کے موقع پر پاکستان کے وزیرِ اعظم شہباز شریف، چیف آف ڈیفینس فورسز فیلڈ مارشل عاصم منیر اور ڈبلیو ایل ایف کے چیف ایگزیکٹو آفیسر چری وٹکوف سمیت دیگر حکام موجود تھے۔

تاہم، ٹرمپ کے خاندان سے وابستہ یہ کمپنی اب امریکہ میں بڑھتی ہوئی سیاسی اور قانونی بحث کا مرکز بنتی دکھائی دے رہی ہے۔ اس کمپنی کے غیر ملکی سرمایہ کاروں، بیرونِ ملک شراکت داریوں اور ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کے خاندان کے مالی مفادات کے بارے میں سوالات ایک عرصے سے اٹھائے جا رہے ہیں، تاہم امریکی وسط مدتی انتخابات میں ٹرمپ مخالف ڈیموکریٹس کی کامیابی کے بعد ان معاملات کی باقاعدہ تحقیقات کا امکان پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ڈیموکریٹ رہنما عندیہ دے چکے ہیں کہ وہ کانگریس کے تفتیشی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ٹرمپ خاندان کے کرپٹو کاروبار اور اس کے غیر ملکی روابط کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

'میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا': ٹرمپ کا اظہارِ لاتعلقی

اس بحث کو حال ہی میں اُس وقت مزید توجہ ملی جب امریکی نشریاتی ادارے سی بی ایس کے پروگرام 60 منٹس میں ٹرمپ سے ان کے کرپٹو کاروبار کے بارے میں سوال کیا گیا۔

امریکی صدر سے پوچھا گیا کہ ان کا بیٹا ورلڈ لبرٹی فنانشل نامی کرپٹو کرنسی کمپنی کا انتظام سنبھالتا ہے، اور اس کمپنی میں جزوی ملکیت ایسے سرمایہ کاروں کی بھی ہے جن کے روابط متحدہ عرب امارات کی حکومت سے بتائے جاتے ہیں۔

ٹرمپ نے جواب دیا: 'میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔' ان کا مزید کہنا تھا کہ 'میرے بیٹے یہ کمپنی چلاتے ہیں۔ ان سے یہ کہنا مشکل ہے کہ چونکہ میں صدر ہوں، اس لیے وہ چار سال تک کوئی کام نہ کریں۔' اس پر سوال کیا گیا کہ دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے وہ سرمایہ کار، جو صدر اور ان کے بیٹوں کی مشترکہ ملکیت والی کمپنی میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں، کیا یہ نہیں سمجھتے ہوں گے کہ اس طرح وہ امریکی حکومت میں اثر و رسوخ حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب میں ٹرمپ نے کہا کہ انھیں نہیں معلوم کہ غیر ملکی سرمایہ کار اس طرح سوچتے ہیں یا نہیں، تاہم ان کے بقول مفادات کے ممکنہ ٹکراؤ کے ایسے سوالات ہر امریکی صدر کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ ان کے خیال میں یہ مسئلہ صرف ان تک محدود نہیں بلکہ جارج واشنگٹن کے زمانے سے ہر صدر کو کسی نہ کسی شکل میں ایسی صورتحال کا سامنا رہا ہے۔ انھوں نے یہ مؤقف بھی اختیار کیا کہ ہر دور میں صدور کے کاروباری یا مالی مفادات رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ آج یہ معاملہ کرپٹو کرنسی سے متعلق ہے۔

ورلڈ لبرٹی فنانشل سے ٹرمپ کو 50 کروڑ ڈالر سے زیادہ آمدنی ہوئی

یہ سوالات اس لیے بھی اہم سمجھے جا رہے ہیں کیونکہ حالیہ مالی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ کرپٹو کرنسی سے وابستہ منصوبے اب ٹرمپ خاندان کے سب سے منافع بخش کاروباروں میں شمار ہونے لگے ہیں۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے رواں سال جون میں 927 صفحات پر مشتمل اپنی مالی تفصیلات جاری کیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق کرپٹو کرنسی سے وابستہ کاروبار ان کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ بن چکے ہیں۔

یکم جولائی 2026 برطانوی نشریاتی ادارے کی رپورٹ کے مطابق ڈونلڈ ٹرمپ نے 2025 کے دوران کرپٹو کرنسی سے متعلق کاروباروں سے مجموعی طور پر ایک ارب 43 کروڑ ڈالر سے زیادہ آمدنی ظاہر کی۔ مالی دستاویزات کے مطابق ٹرمپ نے 63 کروڑ 50 لاکھ ڈالر الیسی رائلٹی کی صورت میں ظاہر کیے جو $TRUMP میم کوائن سے منسلک ایک ادارے سلیبریشن کوائنز سے حاصل ہوئی۔ انہی مالی تفصیلات میں ٹرمپ نے 50 کروڑ ڈالر سے زیادہ آمدنی ورلڈ لبرٹی فنانشل سے ظاہر کی۔

امریکی جریدے فوربز کے صحافی ڈین الیگزینڈر کا کہنا ہے کہ 2024 سے 2025 کے درمیان ڈونلڈ ٹرمپ کی دولت میں تقریباً تین ارب ڈالر کے اضافے کے پیچھے کرپٹو کاروبار کا بڑا ہاتھ تھا، اور اس میں ورلڈ لبرٹی فنانشل کی حیثیت کلیدی تھی۔ اتوار (آٹھ نومبر) کو سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر ایک طویل تھریڈ میں ڈین الیگزینڈر نے لکھا کہ اس کمپنی کی کہانی 2024 کے صدارتی انتخاب سے قبل شروع ہوئی، جب ٹرمپ نے ورلڈ لبرٹی فنانشل کے نام سے ایک نیا کرپٹو وینچر متعارف کرایا جس کے بارے میں 'مالیاتی انقلاب' جیسے دعوے کیے گئے۔ ان کے مطابق ابتدا میں کرپٹو دنیا نے اس منصوبے میں زیادہ دلچسپی نہیں دکھائی، مگر صورت حال اس وقت بدلی جب کرپٹو ارب پتی جسٹن سن نے، جن پر ایک وقت میں امریکی ریگولیٹرز کی جانب سے فراڈ کے الزامات بھی عائد کیے گئے تھے، تین کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری کا اعلان کیا۔ الیگزینڈر کے مطابق اس سرمایہ کاری کے بعد ٹرمپ خاندان اور دیگر شراکت داروں کو مالی فوائد ملنا شروع ہو گئے اور مزید سرمایہ کاری کا سلسلہ تیز ہو گیا۔ جسٹن سن نے ٹرمپ کی تقریبِ حلف برداری سے ایک روز قبل مزید ساڑھے چار کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری کا اعلان کیا جبکہ اسی دوران ٹرمپ نے اپنا میم کوائن، یعنی اپنے نام سے منسوب ایک کرپٹو ٹوکن، بھی متعارف کرا دیا۔ ان کے مطابق ٹرمپ کے اقتدار سنبھالنے کے بعد بھی سرمایہ کاری کا سلسلہ جاری رہا، خصوصاً متحدہ عرب امارات سے۔

وہ لکھتے ہیں کہ مختلف اماراتی اداروں اور امارات سے وابستہ سرمایہ کاروں نے کروڑوں ڈالر کے ٹوکن خریدے جبکہ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ ابوظہبی کے شاہی خاندان سے وابستہ نمائندوں نے ورلڈ لبرٹی فنانشل میں 49 فیصد حصص تقریباً 50 کروڑ ڈالر میں خریدے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس کی وجہ سے ناقدین ورلڈ لبرٹی فنانشل کو محض ایک کرپٹو کمپنی نہیں بلکہ ٹرمپ خاندان کے اہم مالی مفادات میں شمار کرتے ہیں، اور یہ کمپنی اب کانگریس کی ممکنہ تحقیقات کے دائرے میں آتی دکھائی دے رہی ہے۔

ڈیموکریٹس کا تحقیقات کا اعلان

خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹڈ پریس (اے پی) کی پانچ نومبر کی خبر کے مطابق ڈیموکریٹ رہنماؤں نے عندیہ دیا ہے کہ وہ ٹرمپ، ان کے خاندان اور ان کے قریبی ساتھیوں کے کاروباری معاملات کی جانچ پڑتال کے لیے کانگریس کی تفتیشی اور سمن جاری کرنے کی طاقت استعمال کریں گے۔

ڈیموکریٹس کی جانب سے جن معاملات میں تحقیقات کی بات کی جا رہی ہے، ان میں ورلڈ لبرٹی فنانشل بھی شامل ہے۔

اے پی کے مطابق سینیٹ تحقیقاتی کمیٹی کے متوقع سربراہ رچرڈ بلومنتھال نے کہا ہے کہ ان کی کمیٹی ٹرمپ کے کرپٹو کاروباری معاملات کا جائزہ لینا چاہتی ہے۔ بلومنتھال نے خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ کے لیے امریکی خصوصی ایلچی سٹیو وٹکوف کے ساتھ ٹرمپ کے کرپٹو کاروباری روابط کا ذکر کیا، جو، اے پی کے مطابق، ٹرمپ خاندان کے کرپٹو منصوبے ورلڈ لبرٹی فنانشل میں ان کے شراکت دار رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ڈیموکریٹس کے عزائم اس وقت مزید واضح ہو گئے جب امریکی جریدے پولیٹیکو نے رپورٹ کیا کہ رچرڈ بلومنتھال نے حال ہی میں درجنوں نجی کمپنیوں اور ٹرمپ انتظامیہ کے دو عہدے داروں کو خطوط ارسال کیے ہیں جن میں پہلے سے مانگی گئی معلومات فراہم نہ کرنے پر متبادل اقدامات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ پولیٹیکو کے مطابق جن کرپٹو کمپنیوں کو یہ خطوط بھیجے گئے ان میں بائننس اور ورلڈ لبرٹی فنانشل شامل ہیں۔ خطوط میں کہا گیا کہ ان کمپنیوں نے ذیلی کمیٹی کی جانب سے طلب کی گئی معلومات اور ریکارڈز فراہم کرنے کے سلسلے میں خاطر خواہ تعاون نہیں کیا، اور اگر چار جنوری 2027 تک مطلوبہ دستاویزات جمع نہ کرائی گئیں تو کمیٹی تعمیلِ یقینی بنانے کے لیے مزید اقدامات پر غور کر سکتی ہے۔

'پاکستان نے ورلڈ لبرٹی فنانشل میں سرمایہ کاری نہیں کی' اور یہاں پاکستان اس بحث کا حصہ بنتا ہے۔ کیوں کہ عوامی سطح پر دستیاب معلومات کے مطابق اس کمپنی کے ساتھ جڑنے والے ممالک میں نمایاں طور پر دو نام سامنے آتے ہیں: متحدہ عرب امارات اور پاکستان۔ خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹڈ پریس نے 14 اپریل 2026 کی ایک رپورٹ میں وال سٹریٹ جرنل کے حوالے سے بتایا تھا کہ ٹرمپ خاندان نے ورلڈ لبرٹی فنانشل میں تقریباً نصف حصہ ایک اماراتی حکومت سے منسلک کمپنی کو 50 کروڑ ڈالر میں فروخت کیا تھا۔ اے پی کے مطابق بعد ازاں امارات کے ایک سرکاری سرمایہ کاری فنڈ نے ورلڈ لبرٹی فنانشل کے جاری کردہ سٹیبل کوائن کے ذریعے بائننس میں دو ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔ تاہم، متحدہ عرب امارات کی تمام معلومات ذرائع ابلاغ کی رپورٹنگ کے ذریعے منظرِ عام پر آئی تھیں، جبکہ پاکستان کے معاملے میں صورتحال مختلف ہے۔ پاکستان اور ورلڈ لبرٹی فنانشل کے درمیان جو بھی روابط اور معاہدے ہوئے، ان کا اعلان سرکاری سطح پر کیا گیا تھا۔

جب اپریل 2025 میں پاکستان کرپٹو کونسل اور ورلڈ لبرٹی فنانشل میں لیٹر آف انٹینٹ پر دستخط ہوئے تھے تو اس کا اعلامیہ وزیرِ اعظم پاکستان کے دفتر سے جاری کیا گیا تھا۔ بعد ازاں، جب 14 جنوری 2026 کو پاکستان اور ورلڈ لبرٹی فنانشل کے درمیان ایک مفاہمتی یادداشت پر دستخط ہوئے تو پاکستان کی جانب سے اس پر دستخط وفاقی وزیرِ خزانہ محمد اورنگزیب نے کیے تھے، جبکہ اس موقع پر وزیرِ اعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر بھی موجود تھے۔

پاکستان ورچوئل اثاثہ جات ریگولیٹری اتھارٹی (پی وی اے آر اے) کے ایکس اکاؤنٹ سے شائع کی گئی پوسٹ میں کہا گیا تھا کہ یہ مفاہمتی یادداشت ورلڈ لبرٹی فنانشل اور پاکستان کی وزارتِ خزانہ کے درمیان طے پائی ہے۔

مفاہمتی یادداشت کے بعد معاملات عملی طور پر کس حد تک آگے بڑھے اور کیا پاکستان نے ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ذریعے کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری بھی کی؟

جب یہ سوال وزیرِ خزانہ محمد اورنگزیب کے مشیر خرم شہزاد کے سامنے رکھا تو انھوں نے پاکستان ورچوئل اثاثہ جات ریگولیٹری اتھارٹی (پی وی اے آر اے) کا موقف لینے کا مشورہ دیا۔ پی وی اے آر اے کا کہنا ہے کہ پاکستان نے ورلڈ لبرٹی فنانشل میں 'کوئی حصہ خریدا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی سرکاری سرمایہ مختص کیا۔' پی وی اے آر اے کا کہنا ہے کہ ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ساتھ ہونے والے معاہدے سرمایہ کاری کے معاہدے نہیں تھے۔ ادارے کا موقف ہے کہ ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ساتھ رابطوں کا مقصد سستی، تیز تر اور زیادہ مؤثر بین الاقوامی ادائیگیوں کے امکانات کا جائزہ لینا تھا۔ پی وی اے آر اے کے مطابق پاکستان گذشتہ مالی سال کے دوران 41 ارب 60 کروڑ ڈالر سے زائد کی ترسیلاتِ زر وصول کر چکا ہے اور سرحد پار رقوم کی منتقلی کی لاگت میں معمولی کمی بھی لاکھوں پاکستانی خاندانوں کے لیے نمایاں معاشی فوائد کا باعث بن سکتی ہے۔ پی وی اے آر اے نے کہا کہ اسی تناظر میں پاکستان سٹیبل کوائنز اور بلاک چین پر مبنی ادائیگیوں کے نظام سمیت ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز کا جائزہ لے رہا ہے، جن کے ذریعے بین الاقوامی ادائیگیوں کو تیز تر، زیادہ مؤثر اور کم لاگت بنایا جا سکتا ہے۔ ادارے کا مزید کہنا تھا کہ حکومت کا مقصد 'کسی ایک کمپنی یا مخصوص ٹیکنالوجی کی حمایت کرنا نہیں بلکہ ایسے قابلِ عمل حل تلاش کرنا ہے جو مالیاتی نظام کی کارکردگی بہتر بنانے اور ترسیلاتِ زر سے وابستہ اخراجات کم کرنے میں معاون ثابت ہو سکیں۔' پی وی اے آر اے کے مطابق اس حوالے سے کوئی عملی اقدام جب بھی کیا گیا تو وہ 'پاکستان کے ضابطہ جاتی تقاضوں، مالیاتی استحکام اور قومی مفادات کے تحت ہوگا۔' ورلڈ لبرٹی فنانشل کے ترجمان ڈیوڈ واکس مین نے کہا کہ 2025 میں کمپنی سے وابستہ ایک ادارے نے حکومتِ پاکستان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا تاکہ امریکی ڈالر سے منسلک سٹیبل کوائنز کو مالیاتی نظام میں شامل کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے۔ انکے مطابق 'پاکستان میں تقریباً چار کروڑ کرپٹو صارفین موجود ہیں جبکہ بین الاقوامی ترسیلاتِ زر، جو ملکی معیشت کے لیے اہم ہیں، پرانی ٹیکنالوجی کے استعمال کے باعث اکثر مہنگی پڑتی ہیں۔' اگرچہ ڈیموکریٹس کی توجہ اس وقت ورلڈ لبرٹی فنانشل کے غیر ملکی روابط اور سرمایہ کاروں پر مرکوز ہے، تاہم دستیاب معلومات کے مطابق پاکستان کا نام تا حال کسی تحقیقاتی مطالبے یا عوامی بیان میں سامنے نہیں آیا۔











مشرق

گرہانی میگزین

ایڈیٹر: ساجد خان

گرافکس: خرم شہزاد





ایمان کامران





آپ کے رُخ پہ چمکتا ہے ستاروں کا جہاں

پھول بکھراتی ہر اک موج ہوا آتی ہے
آپ آتے ہیں کہ گلشن میں صبا آتی ہے
آپ کے رُخ پہ چمکتا ہے ستاروں کا جہاں
آپ کی زُلف کے سائے میں گھٹا آتی ہے
آپ کے ہاتھ جو چھو جائیں کسی ڈالی سے
گل ہی کیا خار سے بھی بوئے حنا آتی ہے
آپ لہرا کے نہ یوں ڈوپٹا آنچل کو چلیں
مسکراتے ہوئے پھولوں کو حیا آتی ہے
آپ کو کیوں نہ تراشا گیا میرے دل سے
سنگِ مرمر سے ہمیشہ یہ صدا آتی ہے

مزہ برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو۔۔۔

لڑکیاں برسات کے موسم میں اپنے پہناوے پر خاص دھیان دیتی ہیں





مشرق

کرہانی میگزین

ایڈیٹر: ساجد خان

گرافکس: خرم شہزاد

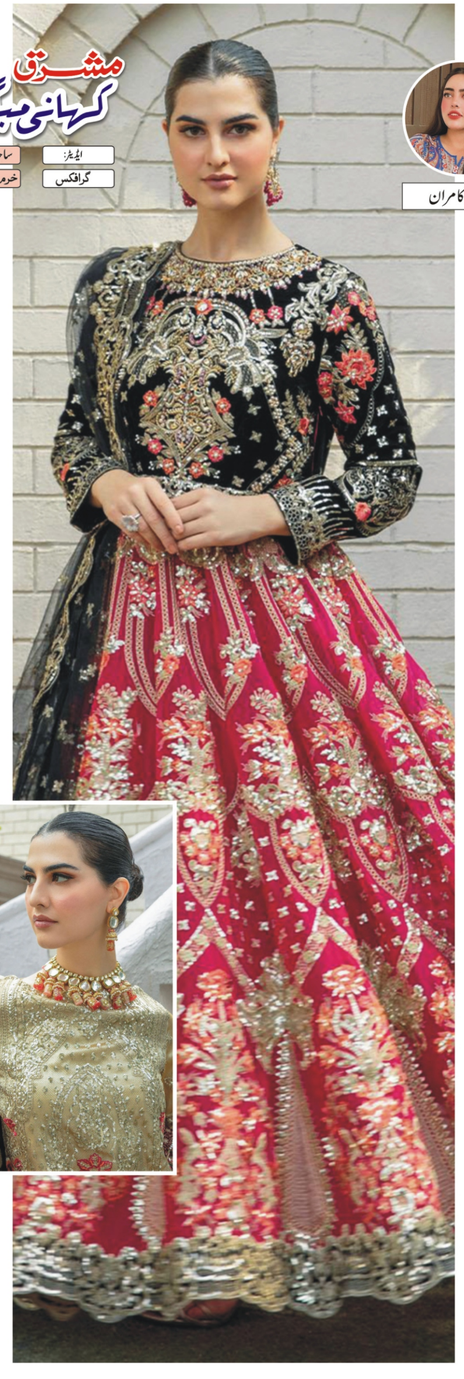



ایمان کامران





آپ کے رُخ پہ چمکتا ہے ستاروں کا جہاں

پھول بکھراتی ہر اک موج ہوا آتی ہے
آپ آتے ہیں کہ گلشن میں صبا آتی ہے
آپ کے رُخ پہ چمکتا ہے ستاروں کا جہاں
آپ کی زُلف کے سائے میں گھٹا آتی ہے
آپ کے ہاتھ جو چھو جائیں کسی ڈالی سے
گل ہی کیا خار سے بھی بوئے حنا آتی ہے
آپ لہرا کے نہ یوں ڈوپٹا آنچل کو چلیں
مسکراتے ہوئے پھولوں کو حیا آتی ہے
آپ کو کیوں نہ تراشا گیا میرے دل سے
سنگِ مرمر سے ہمیشہ یہ صدا آتی ہے

مزہ برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو۔۔۔

لڑکیاں برسات کے موسم میں اپنے پہناوے پر خاص دھیان دیتی ہیں

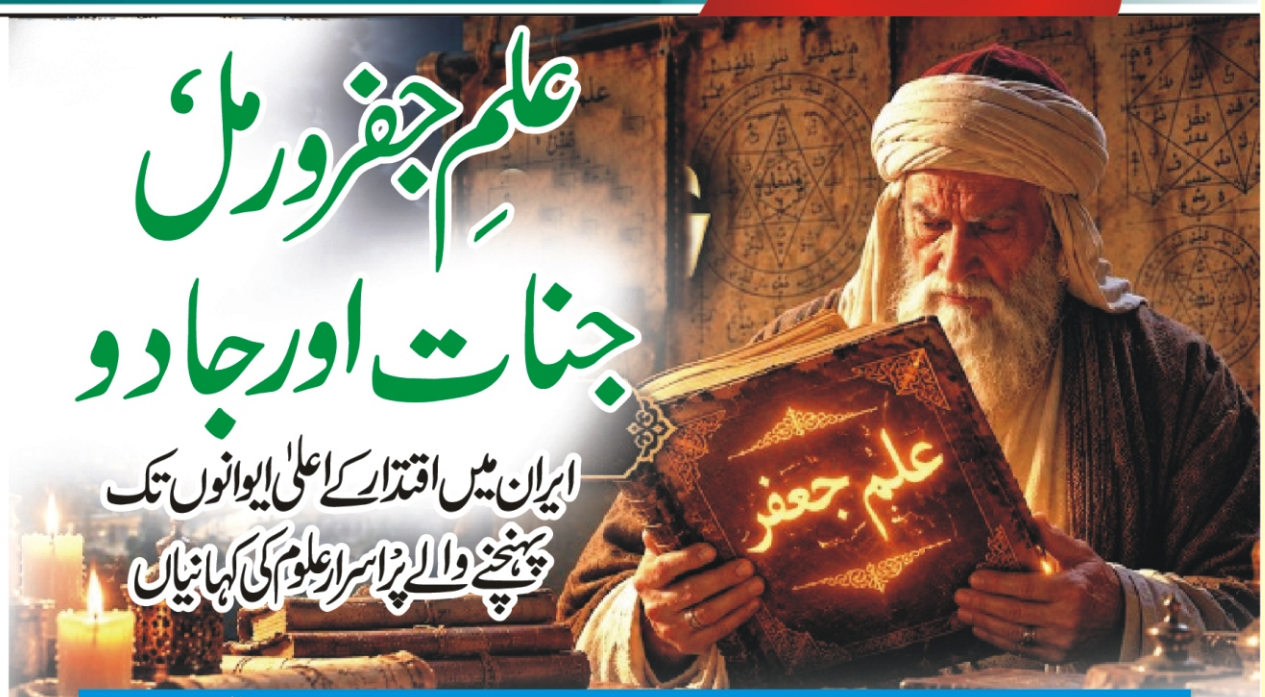

علمِ جفر و رمل، جنات اور جادو

ایران میں اقتدار کے اعلیٰ ایوانوں تک پہنچنے والے پُراسرار علوم کی کہانیاں

’جفر ایک حقیقت ہے، رمل ایک حقیقت ہے، یہ علومِ شریفہ ہیں اور نہایت قیمتی ہیں۔‘

ایران میں گذشتہ پانچ دہائیوں کے دوران ماورائی طاقتوں اور علومِ غریبہ سے متعلق ایسے تصورات ملک کی داخلی سیاسی کشمکش، احتجاجی تحریکوں اور بیرونی تنازعات کے تناظر میں مختلف مواقع پر سامنے آتے رہے ہیں۔

اسی سیاسی فضا میں عباس غفاری کا نام بھی سامنے آیا، جن کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ علومِ غریبہ سے وابستہ ہیں اور صدر کے قریبی حلقوں سے روابط رکھتے ہیں۔

حکومت مخالف ویب سائٹ آیندہ نے عباس غفاری کو ایک ایسا شخص قرار دیا جسے 'ماورائی امور میں خاص مہارت' حاصل ہے اور جس کے 'نامعلوم جہانوں' سے روابط ہیں۔ بعض دیگر رپورٹس میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ جنات کو بلانے اور طلسم لکھنے کے ذریعے بعض سرکاری عہدیداروں پر اثر انداز ہوتے تھے۔ ان کی گرفتاری کی خبروں نے بھی ایسی قیاس آرائیوں کو تقویت دی۔

وقت گزرنے کے ساتھ عباس غفاری کے بارے میں سامنے آنے والی روایات مزید غیر معمولی رنگ اختیار کرتی گئیں۔ بعض ذرائع ابلاغ نے لکھا کہ تفتیش کار ان کی مافوق الفطرت طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر پا رہے تھے، جبکہ بعض رپورٹس میں دعویٰ کیا گیا کہ ایک تفتیش کار جادو کے اثرات کا نشانہ بنا۔

سابق وزیرِ ثقافت حسین صفار ہرندی نے بھی ایک تقریر میں کہا کہ زیرِ حراست افراد نے 'تفتیش کاروں کو پریشان کر رکھا تھا۔' اُن کا دعویٰ تھا کہ محمد خاتمی کے دورِ حکومت میں بھی بعض افراد جن نکالنے والوں کے ساتھ رابطے میں تھے اور ان کی بعض پیش گوئیاں درست ثابت ہوئی تھیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ وہ جنات اور جن نکالنے کے وجود کی نفی نہیں کرتے اور دعویٰ کیا کہ احمدی نژاد کے ایک قریبی ساتھی نے بھی انہی افراد سے رجوع کیا تھا۔

اسی تقریر میں صفار ہرندی نے کہا کہ اُس وقت صدر کے بعض ساتھی امامِ زمانہ کے ظہور کے قریب ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے رہبرِ انقلاب کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے، اور انھوں نے احمدی نژاد پر ان کے اثرات کو ایک 'آفت' سے تشبیہ دی۔

عباس غفاری کا مقدمہ تہران کی انقلابی عدالت میں جج ابوالقاسم صلواتی کی سربراہی میں چلایا گیا۔

جولائی 2012 میں ایرانی ذرائع ابلاغ نے رپورٹ کیا کہ انھیں آٹھ سال قید اور 99 کوڑوں کی سزا سنائی گئی۔ اگرچہ یہ مقدمہ عوامی سطح پر 'جن گیری' کے نام سے مشہور ہوا، لیکن فیصلے میں درج الزامات میں اسلامی مقدسات کی توہین، روح اللہ خمینی اور علی خامنہ ای کی توہین، نظام کے خلاف پروپیگنڈا اور غیر شرعی تعلقات شامل تھے۔

اسی عرصے میں عباس امیری فر، جو اسفندیار رحیم مشائی کے قریبی سمجھے جاتے تھے اور حکومتی ثقافتی کمیشن کے سیکریٹری تھے، کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ان کے خلاف الزامات میں فلم 'ظہور بہت قریب ہے' کی تیاری اور تقسیم میں شرکت شامل تھی۔

اس فلم میں بعض معاصر سیاسی شخصیات کا تعلق امامِ زمانہ کے ظہور سے متعلق روایات سے جوڑا گیا تھا، جس پر متعدد علما نے اعتراض کیا تھا۔

محمود احمدی نژاد کی حکومت نے جن نکالنے والوں اور جادوگروں سے مدد لینے کے الزامات کی تردید کی تھی۔

اُن کے نائب صدر محمد رضا رحیمی نے مئی 2011 میں کہا تھا کہ حکومت جادوٹونے پر نہیں بلکہ علم اور دانش پر انحصار کرتی ہے۔ بعد میں محمود احمدی نژاد نے بھی ان الزامات پر طنزیہ انداز میں ردِعمل دیتے ہوئے کہا کہ 'اگر ان جادوگروں اور عاملوں کے پاس واقعی کوئی طاقت ہوتی تو وہ اپنی گرفتاری ہی رکوا لیتے۔'

حکومت مخالف احتجاج میں 'شریر جن'

یہ روایات اور ان کے اثرات محمود احمدی نژاد کی حکومت کے خاتمے کے بعد بھی جاری رہے۔ بعد کے برسوں میں سابق حکومتی عہدیداروں کے بیانات میں سکیورٹی تفتیشوں کے دوران جنات اور جادوٹونے کا تذکرہ دوبارہ سامنے آیا، جبکہ بعد ازاں سڑکوں پر ہونے والے احتجاجوں کی وجوہات بیان کرنے کے لیے بھی 'شریر جن' کا حوالہ دیا گیا۔

احمدی نژاد کے دور کے نائب صدر حمید بقائی نے ستمبر 2017 میں دعویٰ کیا کہ سنہ 2015 میں گرفتاری کے بعد ان سے تفتیش کرنے والے پاسدارانِ انقلاب کے انٹیلیجنس اہلکاروں نے ان پر مختلف غیر معمولی الزامات عائد کیے تھے، جن میں 'جنات کی فوج کی مدد سے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش' اور 'مکاشفہ' جیسے معاملات شامل تھے۔ تاہم انکے مطابق یہ الزامات حتمی فردِ جرم کا حصہ نہیں بنے۔

تین سال بعد، اپریل 2020 میں، وزارتِ اطلاعات کے اندر مبینہ طور پر 'جنات کی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے' کے لیے ایک خصوصی شعبہ قائم کیے جانے کی خبروں اور افواہوں نے توجہ حاصل کی۔

یہ قیاس آرائیاں اس وقت سامنے آئیں جب علی خامنہ ای نے کورونا وبا کے دوران اپنے نوروز پیغام میں قرآنی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے 'جنات کے دشمنوں' اور 'انسانوں کے دشمنوں' کے باہمی تعاون کا ذکر کیا تھا اور بعض ممالک کے انٹیلیجنس اداروں پر اسلامی جمہوریہ کے خلاف فائل شائع ہوئی جس میں وزارتِ اطلاعات سے وابستہ بتائے جانے والے ایک شخص نے ملک گیر احتجاج میں جنات کے کردار کا ذکر کیا۔

اس شخص کی شناخت کی آزادانہ طور پر تصدیق نہیں ہو سکی، تاہم اس نے احتجاجوں کی تنظیم میں امریکہ اور دیگر بیرونی ممالک کے مبینہ کردار کے بارے میں بات کرنے کے بعد کہا کہ 'فتنے میں ہم نے شریر جنات کے ظہور کا مشاہدہ کیا۔'

اُس نے دعویٰ کیا کہ بعض گرفتار مظاہرین جنات کے اثر میں آ کر تشدد پر اتر آئے تھے اور گرفتاری کے بعد اپنے رویے سے لاعلمی کا اظہار کرتے تھے۔

اس آڈیو میں یہ بھی کہا گیا کہ 'شریر جن' کے اثرات سے نمٹنے کے لیے بعض معروف علما کے ساتھ اجلاس منعقد کیے گئے اور اس سلسلے میں ہدایات تیار کی گئیں۔ ان ہدایات میں کہا گیا کہ اذان، تلاوتِ قرآن، نمازِ شب اور بعض مخصوص دعائیں جنات کو دور کرنے میں مؤثر ہیں اور ان کا گھروں میں معمول بننا چاہیے۔

مذکورہ شخص نے سیٹلائٹ ڈشوں کو جمع کرنے کا مطالبہ بھی کیا اور دعویٰ کیا کہ سیٹلائٹ نشریات 'شریر جنات کی آمد و رفت' کا باعث بنتی ہیں۔

نوروز خطاب کے بارہ روز بعد علی خامنہ ای کی ویب سائٹ نے حوزہ علمیہ کے استاد احمد عابدی کا ایک انٹرویو دوبارہ شائع کیا۔ انھوں نے قرآن، روایات اور مذہبی مصادر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ 'جنات کا وجود ایک حقیقت ہے اور وہ انسانی زندگی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، اگرچہ یہ اثر محدود اور معمولی ہوتا ہے۔'

اسی انٹرویو میں احمد عابدی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ 'یہودی، بالخصوص صہیونی حلقے، ماورائی امور میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے انٹیلیجنس ادارے، جیسے موساد، اس قسم کی سرگرمیوں سے وابستہ ہیں۔'

اسرائیل، تہران اور 'طلسمی کاغذات'

اسلامی جمہوریہ ایران میں جنات، جادو اور علومِ غریبہ سے متعلق بیانیوں میں اسرائیل کو ایک نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔

حکومت کے قریب سمجھی جانے والی بعض مذہبی اور سیاسی شخصیات متعدد بار یہ دعویٰ کر چکی ہیں کہ اسرائیل اور اس کی



خفیہ ایجنسی موساد فوجی اور انٹیلیجنس ذرائع کے ساتھ ساتھ پراسرار علوم سے بھی مدد حاصل کرتے ہیں۔

اکتوبر 2024 میں، لبنان میں حزب اللہ کے خلاف اسرائیلی کارروائیوں کے دوران، حوزہ؟ علمیہ کے استاد مصطفیٰ کرامی نے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں دعویٰ کیا کہ اسرائیلی 'خلائی مخلوقات اور شیطانی قوتوں' کو عملی اور انٹیلیجنس مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ بات 'تحقیق شدہ اور یقینی' ہے۔

اسی طرح علی اکبر راشی پور، جو مصاف انسٹیٹیوٹ کے سربراہ اور ایک متنازع نظریہ ساز سمجھے جاتے ہیں، نے دعویٰ کیا کہ موساد دوسروں کے خیالات پڑھنے اور معلومات حاصل کرنے کے لیے جنات سے مدد لیتی ہے۔ ان کے بقول 'اس بات میں شک نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جنات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔'

ورامین کے امامِ جمعہ مجتبیٰ عزیزی نے بھی نومبر 2024 میں ایک انٹرویو کے دوران کہا کہ اسرائیل اور جنات کے درمیان تعلق کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح 'کافر جن' ہوتے ہیں اسی طرح 'مومن جن' بھی ہوتے ہیں اور مسلمان بھی اُن سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ بحث ایک بار پھر جولائی 2025 میں ایران اور اسرائیل کے درمیان بارہ روزہ جنگ کے بعد شدت اختیار کر گئی، جس میں پاسدارانِ انقلاب اور ایرانی فوج کے کئی اعلیٰ کمانڈر مارے گئے تھے۔

سابق صحافی اور ابراہیم رئیسی کی حکومت کی اطلاع رسانی کونسل کے رکن عبداللہ گنجی نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر لکھا کہ جنگ کے بعد تہران کی سڑکوں سے 'یہودی علامات والے طلسمی کاغذات' برآمد ہوئے ہیں۔

انھوں نے دعویٰ کیا کہ دشمن ممالک اور مغربی و اسرائیلی خفیہ ادارے جاسوسی کے لیے علومِ غریبہ اور جنات سے متعلق طریقوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور اس دعوے کو انھوں نے ماضی میں علی خامنہ ای کی جانب سے دیے گئے بیانات سے جوڑا۔

عبداللہ گنجی کے ان بیانات پر ایران میں مختلف ردِعمل سامنے آئے۔ حوزہ؟ علمیہ قم کے استاد محمد تقی فاضل میبدی نے کہا کہ ایسے دعووں کی نہ مذہبی بنیاد ہے اور نہ ہی قرآنی، اور یہ باتیں سراسر غلط ہیں۔

(باقی صفحہ 15 پر)







شام کے سائے تلے

تحریر: بسمیٰ راحت

(قسط نمبر 122)

تفسیر شہاب کا جگری دوست تھا، اگر اسے اسٹیشن پر رسیو نہ کیا جاتا تو بگڑ جاتا، اس لئے نجانے کتنے عرصے کے بعد شہاب نے ریلوے اسٹیشن پر قدم رکھا تھا۔ سیاہ چادر گیٹ سے نکلی، ٹکٹ چیکر جگہ چھوڑ چکا تھا اس لئے گیٹ خالی پڑا تھا



.....گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف)

''ہاں بڑا ہی اچھا بچی ہے، قسم خدا کی میرے دل میں اس لئے بڑا پیار جاگ اٹھا ہے، خالد اس کی نسبت سنجیدہ ہیں، لیکن اختر نے ہم لوگوں کے دلوں میں واقعی گھر بنالیا ہے۔'' ''لوگوں کے دلوں میں یا صرف اپنے دل کی بات کررہی ہو۔''

''میں نہیں کہتی کہ ہم میں سے کون اسے ناپسند کرتا تھا، وہ بہت ہی اچھی شخصیت کا مالک تھا، میرے لئے وہ ایک سگے بھائی کی حیثیت رکھتا تھا، وہ پہلا شخص تھا جس نے مجھے اتنے پیار سے بہن کہا تھا یقین کرو میں اس کی بہن نہیں ہوں اور بے تکے رشتوں کی قائل بھی نہیں، لیکن نجانے کیوں میرے ذہن میں اس کا جب تصور آتا ہے تو ایک ہوک سی اٹھنے لگتی ہے واقعی بھائی دنیا میں بڑی نعمت ہوتا ہے'

''موضوع سے ہٹ رہی ہو'' ثناء بولی۔

''آرہی ہوں اسی موضوع پر آرہی ہوں بات اختر کی طرف نکل گئی تھی نا۔'' ردا نے کہا اور ثناء آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''بھئی واہ، جب مذاق کرتیہو تو بہت اچھا کرلیتی ہو، آج تو تم ذرا کچھ زیادہ ہی چہک رہی ہو'

''چہک نہیں رہی ہوں ثناء، اگر اس قابل سمجھو تو بتادو کہ خالد کے بارے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ تو کیا ہی ہوگا تم نے۔'' ثناء کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

(آگے پڑھیئے)

پھر ثناء آہستہ سے بولی ''ردا اب تم سے کیا چھپانا، یقین کرو میرے ذہن میں خالد وغیرہ کے بارے میں کوئی تصور نہیں تھا، لیکن خالد نے بڑے عجیب سے لہجے عجیب سے انداز میں مجھ سے یہ بات کہی کہ اس کے ڈیڈی نے اسے اس مقصد کے لئے یہاں بھیجا ہے کہ شادی کے سلسلے میں میری رائے معلوم کرلی جائے، دیکھو میرا مذاق مت اڑانا، یہ حقیقت ہے کہ میں نے جس ماحول میں پرورش پائی ہے جس انداز میں میری خواہشات کی تکمیل ہوئی ہے میں ان کی عادی ہوگئی ہوں۔ انہیں نگاہ میں رکھتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ کبھی کسی مرحلے پر اگر میری دل شکنی کی گئی یا میری ذات پر مسلط ہونے کی کوشش کی تو کیا میں اسے برداشت کرسکوں گی، میں بچی نہیں ہوں، بے شک میں نے اپنے آپ کو آج تک دنیا کے جھگڑوں سے دور رکھا ہے، لیکن حقیقتیں تو خود بخود ذہن تک پہنچتی ہیں، میں جانتی ہوں کہ میری شادی ضرور کی جائے گی، میرے والدین میرے مزاج کو سمجھتے ہیں، اس سلسلے میں وہ ذمے دار ہیں کہ جو بھی فیصلہ کریں میری شخصیت کو مدنگاہ رکھ کر کریں، ان کے پاس وسائل ہیں وہ چاہیں تو یہ سب کچھ کرسکتے ہیں، لیکن نجانے کیوں میرا دل شادی کرنے کے لئے نہیں چاہتا، میں بعض اوقات سوچتی ہوں کہ جب مجھ پر اس سلسلے میں زور ڈالا جائے گا تو میں کس طرح مدافعت کروں گی، کیا کہہ کر ان لوگوں کو روکوں گی، وہ ہنسیں گے مسکرائیں گے حوالے دیں گے اس بات کے کہ دنیا میں آج تک یہی ہوتا آیا ہے، میں انہیں کیا جواب دوں گی اور پھر سچی بات یہ بھی ہے کہ انسان کی تکمیل اسی طرح ہوتی ہے، دنیا اسی انداز میں آگے بڑھی ہے اور آگے بڑھ جائے گی، تو پھر میں اپنے اندر انفرادیت کیسے پیدا کرسکتی ہوں، خالد کا معاملہ جہاں تک ہے، اپنے مزاج اپنی باتوں سے اپنی طبیعت سے اور اپنی مالی حیثیت سے وہ ٹھیک ٹھاک ہی نظر آتا ہے، میں تمہیں خلوص دل سے یہ بات بتارہی ہوں کہ میرے دل میں اس کا عشق بیدار نہیں ہوا ہے، ہاں اس کے گفتگو کرنے کا انداز مجھے بے حد بھایا ہے۔ ردا مجھے فیصلہ کرلینے دو، میں تمہیں اس فیصلے سے ضرور آگاہ کروں گی میرا خیال ہے میں خالد سے شادی کرلوں گی، لیکن اگر یہ معاملہ ٹل سکتا ہے تو زیادہ بہتر ہوگا، بلکہ پہلے میں کوشش کروں گی کہ جب میری شادی کا ذکر آئے تو میں انکار کردوں گی، مگر جب زیادہ دباؤ ڈالا گیا تو پھر کہہ دوں گی کہ ٹھیک ہے خالد سے میری شادی کردی جائے۔''

ردا ہنس پڑی تھی، پھر اس نے آگے بڑھ کر ثناء کو گلے سے لپٹالیا۔

''ثناء تم بہت اچھی ہو بہت ہی اچھی، مگر ایک بات سن لو، ایک بات سمجھ لو شادی تمہیں کرنا ہوگی اس سلسلے میں کسی قسم کی حماقت بیکار ہے بہتر یہ ہے کہ جب یہ بات آگے بڑھے تو تم خاموشی اختیار کرلینا۔''

''تم سے مشورے کرتی رہوں گی نا بس کہہ دیا۔'' ثناء نے آہستہ سے کہا اور ردا کی آنکھوں میں مسرت ناچنے لگی۔

''گڈ ویری گڈ، بیچارے خالد کو یہ خوشخبری سنادیتیں تو خوش خوش ہی جاتا۔''

''نہیں ابھی نہیں، اور تم بھی سنو ابھی کسی بھی طرح سے خالد کو آگاہ نہ کرنا، کیا سمجھیں''

''ٹھیک ہے وعدہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گی، لیکن میرا خیال ہے خالد بددل ہوکر نہیں گیا، بلکہ تو نے اسے جو جواب دیا تھا ممکن ہے اس جواب کو اس نے پسند کیا ہو۔''

ثناء کچھ نہ بولی، ردا مسرور انداز میں مسکراتی رہی تھی، اب اس کے تمام دلچسپیاں تمام محبتیں انہی لوگوں میں بٹ کر رہ گئی تھیں۔ ماضی جو کچھ بھی تھا، شاید وہ اسے فراموش کر بیٹھی تھی بہت دیر تک حالات پر غور کرتی رہی، پھر ذہن میں اختر آگیا، اختر نے اس پر ایک ذمے داری ڈالی تھی چنانچہ وہ اس ذمے داری سے بھی نمٹ لینا چاہتی تھی، لیکن آج اس کا موقع نہیں تھا۔

دوسرے دن اس نے ندرت کو تنہائی میں جا پکڑا، ثناء تیمور کے ساتھ کار میں بیٹھ کر کہیں باہر گئی تھی، تیمور کا معاملہ تو اب مکمل طور پر ثناء نے اپنے ذمے لے لیا تھا اور ردا سے سارے لاتعلق سا کردیا تھا، ندرت کسی کام سے تین نمبر سے نکلی تھی کہ ردا نے اسے روک لیا۔

''کیا کررہی ہو آؤ؟''

''چلو بھئی، ہم تو ہیں ہی آوارہ گرد، یہ ثناء کہاں گئی ہے؟''

''پتہ نہیں کہیں شاپنگ وغیرہ کے لئے گئی ہوگی۔'' ردا نے جواب دیا۔

''ہوں ویسے آج کل تم بہت شگفتہ نظر آرہی ہو مونالیزا، کیا بات ہے ان دونوں کے جانے کے بعد تمہاری طبیعت میں ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔''

''ذمے داری سمجھ کر مسکرارہی ہوں۔'' ردا نے بدستور مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''ویری گڈ، یہ الجھے ہوئے جملے بھی بولنے لگی ہیں میڈم۔

''نہیں جو کچھ میں نے کہا ہے سچ کہا ہے، میں ذمے داری سمجھ کر مسکرارہی ہوں اور ذمے داری یہ ہے کہ تم دونوں کے دلوں کو ان دکھوں سے دور روکوں جو ان میں جاگزیں ہوگئے ہیں۔''

''اللہ اکبر..اللہ اکبر..ذرا اس منطق کی تشریح بھی کردی جائے۔''

''آؤ ادھر بیٹھیں گے۔'' ردا نے کہا اور ندرت اس کے ساتھ چل پڑی، تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں پائیں باغ کے پرسکون گوشے میں جا بیٹھی تھیں۔

''وضاحت پلیز'' ندرت نے شوخی سے کہا، ندرت اسی طرح مسکراتی ہوئی بولی۔

''بھئی تم دونوں میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتی ہو، میری دوست ہو، میری ساتھی ہو تمہارے بارے میں نہ جانوں گی، تو پھر کس کے بارے میں جانوں گی، میں جانتی ہوں کہ خالد کے جانے کی وجہ سے ثناء کچھ افسردہ ہوگئی ہے اور تمہارا ذہن بھی اختر کے تصور سے خالی نہیں ہے۔''

''مونا لیزا، لازم ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل۔'' ندرت نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ارے جانے دے اللہ رکھی، نجانے کیا سمجھ رکھا ہے تم لوگوں نے ردا کو نجانے کیا سمجھنا چاہتی ہو تم اسے، چھوڑ اس کے ماضی کو آواز نہ دے، اسے اپنی حیثیت کا اظہار کرنے پر مجبور مت کر دوست بن...دوست رہ بس یہ کافی ہے۔'' ردا نے ایسے عجیب لہجے میں کہا کہ ندرت کی آنکھیں پھیل گئیں، ردا کے چہرے سے جیسے ایک نقاب سرک گیا ہو، ان الفاظ میں وہ ندرت کو بہت عجیب نظر آئی تھی، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ ردا کسی خیالی نقطے پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ پھر اس کی حالت نارمل ہوگئی اور اس نے گہری نگاہوں سے ندرت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''قسم کھائے گی میری کہ تیرے ذہن میں اختر کے لئے کوئی تصور نہیں ہے۔''

''وہ تو بعد میں کھاپی لوں گی، لیکن یہ بتا مونالیزا، تیرے الفاظ کیا تھے۔؟''

''بات ٹالنے کی کوشش مت کرو، ندرت میں سنجیدہ ہوں۔ تم سے جو کچھ پوچھ رہی ہوں اگر سارا کا جواب تم نے سنجیدگی سے نہ دیا تو خدا کی قسم تم سے ناراض ہوجاؤں گی اور قسم کھانے کے بعد میں قسم کبھی نہیں توڑتی۔'' ردا نے اسی انداز میں کہا۔

''بلاوجہ دھمکیاں دیئے جارہی ہو میں کہتی ہوں تمہارا مقصد کیا ہے۔؟''

''جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دو۔''

''کمال کی بات ہے چلو پوچھو۔'' ندرت نے کہا۔

''ہے..لیکن یہ سوال ردا تجھ سے کررہی ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔''

''بات سنو ردا احمقانہ بات ہے، خدا کی قسم احمقانہ تصور ہے تم ہماری حیثیت دیکھو ہماری اوقات دیکھو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ میرے والدین بہت اچھی زندگی گزار چکے ہیں، میں نے تو خیر اس زندگی سے کوئی استفادہ نہیں حاصل کیا، لیکن عصمت آپا اچھا وقت دیکھے ہوئے ہیں وہ گئی گزری باتیں ہیں۔ ہم اب جو کچھ ہیں، ہمیں اس پر نگاہ رکھنی چاہیئے، اختر خالد کے بھائی ہیں عادل صاحب کے بیٹے ہیں اور عادل صاحب وہ ہیں جو اپنے بیٹے سے ثناء کی شادی کے خواہش مند ہیں اور ثناء وہ ہے جو کروڑ پتی والدین کی اکلوتی بیٹی ہے۔ بھلا اس تمام ڈرامے میں ندرت کی پیوند کاری کہاں کی جاسکتی ہے۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے ندرت جو کچھ میں نے تجھ سے پوچھا ہے مجھے صرف اس کا جواب درکار ہے۔''

''ردا! ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میری کچھ راتیں اختر کے خیالوں میں گزری ہیں لیکن میں حقیقت پسند ہوں، میں اپنے آپ کو ان مسرت نصیبوں میں شامل نہیں کرنا چاہتی جو زندگی میں ایک داغ لگا لیتے ہیں اور اس کے بعد اس داغ کی خلش لئے ہوئے جیتے ہیں، میں اپنے آپ کو سمجھا رہی ہوں کہ یہ تصور ایک غلطی ہے یہ غلطی نہ کی جائے اور کیا پوچھنا چاہتی ہو؟''

''بس صرف اتنا ہی....''

''مونا لیزا تمہاری قسم ختم ہوگئی نا، میں نے تمہیں جواب دے دیا، اب ایک سوال تم سے کروں، تمہاری اجازت سے؟''

''ہاں ایک کیا ہزار سوال کرو۔؟''

''تمہارے ذہن میں یہ تصور کیسے پیدا ہوا تم نے کیونکر جانا کہ میں...''

''مجھ سے اختر نے کہا تھا تم جانتی ہو کہ وہ مجھے بہن کہنے لگا ہے، بڑا اچھا اور شوخ و شریر سا بھائی ہے وہ میرا، خدا اس کی عمر دراز کرے، میں نہیں جانتی کہ مستقبل میں وہ مجھے ملے گا یا نہیں، لیکن جو ایک نام وہ مجھے دے گیا، وہ نام ساری زندگی میرے سینے میں رہے گا، اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ندرت کا خیال رکھوں، وہ مجھ سے کہہ کر گیا تھا ندرت کہ وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے اور تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا خواہاں ہے، اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کی محبت کا جواب اسے نہیں ملا، وہ مجھ سے کہہ گیا تھا کہ میں کوشش کروں گی کہ اس کی زندگی بھی کارآمد ہوجائے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس سلسلے میں تم سے سوال کروں اور ندرت نجانے کیوں میرے دل کو یقین ہے کہ تمہاری کہانی میں کوئی ڈرامائی سچویشن نہیں پیدا ہوگی، میں نہیں جانتی کہ اس کا طریقہ کار کیا ہوگا لیکن اختر بہت ذہین نوجوان ہے، خالد کی نسبت وہ بہت تیز ہے، وہ یقیناً ایسا ذریعہ نکال لے گا کہ تمہیں اس کی زندگی میں شامل کردیا جائے۔ تم اپنے آپ کو اس کے لئے تیار رکھنا۔ سنا! میں نے کبھی زندگی میں آگے بڑھ کر کوئی بہت بڑا قدم نہیں اٹھایا لیکن اپنے اس بھائی کا یہ کام ضرور کروں گی، جس نے زندگی میں پہلی بار اس خلوص سے مجھے بہن کہا تھا۔''

ندرت بری طرح مسحور ہوگئی تھی۔ وہ ردا کی صورت دیکھ رہی تھی۔ ردا کے چہرے پر نجانے اس وقت کیسے کیسے کنول کھلے ہوئے تھے۔ ندرت نے آہستہ سے کہا۔

''ردا یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوسکے گا، کیوں ایسی باتیں کررہی ہو میری مسکراہٹیں بھی چھین لینا چاہتی ہو تم، پلیز ردا پلیز...اس سلسلے میں کوئی بہت بڑا قدم اٹھانے کی کوشش مت کرنا میں جانتی ہوں یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔''

''یہ سب ہوگا ندرت، یہ سب کچھ ہونا چاہیئے اور اگر نہ ہوسکا تو میں اسے دو انسانوں کی شدید بدنصیبی قرار دوں گی، بس اتنا کافی ہے اور تو ایک بات کا اطمینان رکھ۔ اگر تو چاہے گی تو میں دنیا کے کسی دوسرے فرد سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گی اس وقت تک جب تک کہ اس لئے کوئی مناسب حل نہ نکل آئے۔''

''ہوں مونا لیزا، خدا کی قسم خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ تو اتنی خطرناک نکلے گی، ارے باپ رے تو تو...تو تو...''

''بس بس مجھے خوشیوں میں ڈوبا رہنے دے کم از کم میں اختر کو اب یہ جواب دے سکوں گی کہ اس کے دل کی دنیا ویران نہیں ہوگی۔''

''ہوں تو سوال و جواب کا یہ سلسلہ بھی جاری رہے گا۔''

''کیوں نہیں، میں اختر کو لکھ کر آگاہ کروں گی، اس تک یہ بات ضرور پہنچاؤں گی''

''اور اگر تمہاری وہ تحریر اس کے والد کے ہاتھ لگ گئی تو...''

(جاری ہے)



افغانستان میں کھربوں ڈالر کے معدنی ذخائر

پہاڑوں میں چھپا خزانہ جو افغانستان کے معاشی مسائل حل کرسکتا ہے

تیل اور گیس سے لے کر دھاتی خام مال اور دیگر معدنیات تک قدرتی وسائل کی مالیت 3 کھرب ڈالر سے زیادہ لگائی جاتی ہے

افغانستان کے معدنی ذخائر اور قدرتی وسائل کی مالیت کو آسان الفاظ میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر اس ملک کے پاس تین کھرب ڈالر کی رقم موجود ہو اور حکومت کا سالانہ معمول کا اور ترقیاتی بجٹ تقریباً 10 ارب ڈالر ہو تو اسے لگ بھگ 300 سال تک کسی بیرونی مالی امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

افغانستان میں تیل اور گیس سے لے کر دھاتی خام مال اور دیگر معدنیات تک قدرتی وسائل کی مالیت تین کھرب ڈالر سے زیادہ لگائی جاتی ہے۔ افغانستان ایک طویل عرصے سے کمزور معیشت لیکن قدرتی وسائل سے مالا مال ملک کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان وسائل کا ایک بڑا حصہ اب بھی زیرِ زمین موجود ہے اور اسے نکالنے کا کام شروع نہیں ہو سکا۔ ان ذخائر کی اصل مقدار اور مالیت کے بارے میں مختلف اندازے بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ افغانستان کے معدنی ذخائر اور قدرتی وسائل کی مالیت کو آسان الفاظ میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر اس ملک کے پاس تین کھرب ڈالر کی رقم موجود ہو اور حکومت کا سالانہ معمول کا اور ترقیاتی بجٹ تقریباً 10 ارب ڈالر ہو تو اسے لگ بھگ 300 سال تک کسی بیرونی مالی امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

فیکٹ چیک کی تحقیق میں مختلف صوبوں میں موجود معلوم معدنی ذخائر اور کانوں کی صورتحال کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ کس دھات کے ذخائر کہاں واقع ہیں، اس کی موجودہ صورتحال کیا ہے اور دستیاب اندازوں کے مطابق اس کی مالیت کتنی ہے۔ افغانستان کے معدنی ذخائر کے بارے میں پہلی بار بڑے پیمانے پر تحقیق سابق سوویت یونین کے دور میں کی گئی تھی۔ ان تحقیقات میں ملک کے مختلف علاقوں کی ارضیاتی نقشہ سازی، چٹانوں اور زیرِ زمین تہوں کا جائزہ، فضائی سروے اور معدنی ذخائر کی تلاش شامل تھی۔ ان تحقیقی دستاویزات میں سے کچھ افغانستان کی وزارتِ کان کنی کی لائبریری میں محفوظ ہیں، جبکہ کچھ سوویت یونین کے انخلا کے بعد روس منتقل کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد بھی افغانستان کے قدرتی وسائل پر تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ مثال کے طور پر سنہ 2007 میں ایک سروے کیا گیا، جبکہ سنہ 2011 میں افغانستان کے ارضیاتی سروے اور امریکی ارضیاتی سروے نے بھی مطالعات کیے۔ ان تحقیقات کی بنیاد پر افغانستان میں سونے، تانبے، لوہے، ایلومینیم، سیسے، زنک، ٹن، ٹنگسٹن اور پارے کے ذخائر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں تیل اور گیس کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ یہ رپورٹ تیار کرنے کے لیے افغانستان کی وزارتِ کان کنی کے ریکارڈ میں موجود دستاویزات اور معلومات کے علاوہ ارضیات اور معدنی وسائل کے شعبے میں کام کرنے والے مستند اور خصوصی اداروں کی شائع کردہ رپورٹس، سروے اور اعداد و شمار کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ جہاں مختلف اداروں کے اعداد و شمار اور اندازوں میں فرق پایا گیا، وہاں ہر اندازے کا ماخذ اور اس کی بنیاد واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ ثابت شدہ ذخائر اور ممکنہ معدنی وسائل کے تخمینوں میں فرق برقرار رہے۔

اس رپورٹ میں افغانستان کے قدرتی وسائل کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ دھاتیں: سونا، تانبا، لوہا، ایلومینیم، زنک، سیسہ اور دیگر۔
2۔ قیمتی پتھر: لاجورد، زمرد، یاقوت اور دیگر۔
3۔ نایاب عناصر: لیتھیم، یورینیم اور دیگر۔
4۔ تیل، گیس اور کوئلہ۔

پہلا حصہ: دھاتی معدنیات

اس حصے میں سونے، لوہے، تانبے، ایلومینیم، سیسے اور زنک سمیت دیگر بنیادی دھاتوں کے ذخائر کا جائزہ لیا گیا ہے، جن کی مجموعی مالیت ایک کھرب ڈالر سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔

سونا

افغانستان میں سونے کی زیادہ تر کانیں بدخشان اور تخار کے بعض علاقوں میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ زابل اور غزنی میں بھی خالص سونے کے دو ہزار 700 کلوگرام ذخائر کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اندازوں کے مطابق افغانستان میں سونے کے مجموعی ذخائر تقریباً 682 ٹن ہیں۔

ملک میں تانبے کی بعض ایسی کانیں بھی موجود ہیں جن میں سونا پایا جاتا ہے۔ سونے کی موجودہ عالمی قیمت کے حساب سے ثابت شدہ ذخائر کی مالیت تقریباً 107 ارب ڈالر بنتی ہے۔ اس وقت افغانستان کے صوبے بدخشان میں سونے کی کان کنی خاص طور پر جاری ہے۔ کچھ عرصہ قبل طالبان حکومت کے وزیر برائے پانی و توانائی محمد یونس اخوندزادہ نے بتایا تھا کہ ان کی حکومت بدخشان سے ہر ماہ کئی ٹن سونا نکال رہی ہے۔



ادھر صوبہ تخار میں واقع چہ آب کی سونے کی کان، جس میں تقریباً 31 ٹن سونے کے ذخائر کا اندازہ لگایا گیا ہے، پانچ سال کے لیے دو کمپنیوں، چائنا افغانستان اور زروار افغانستان، کے حوالے کی گئی ہے۔





اس معاہدے کی مالیت 31 کروڑ ڈالر ہے، جبکہ کان سے حاصل ہونے والی رائلٹی میں وزارتِ کان کنی کا حصہ 56 فیصد مقرر کیا گیا ہے۔

فولاد یا لوہا

افغانستان کے پاس خطے میں لوہے کے سب سے بڑے ذخائر موجود ہیں، جن کی ممکنہ مقدار کا اندازہ تقریباً تین ارب ٹن ہے۔ تاہم یہ حتمی اعداد و شمار نہیں ہیں اور مزید تحقیقات کے بعد ان میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ اب تک افغانستان کے صوبوں بامیان، پنجشیر، پروان، ہرات، قندھار، بدخشان اور کابل میں لوہے کے ذخائر کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ محققین نے ملک بھر میں لوہے کی 72 کانوں اور معدنی ذخائر کے آثار کا ریکارڈ بھی مرتب کیا ہے۔ ان میں اہم ترین کانیں بامیان میں حاجی گگ، پنجشیر میں تال اور نقرہ خانہ، پروان میں جبل السراج، ہرات میں پلنگ سور، قندھار میں حاجی عالم، بدخشان میں سیاجر اور کابل میں پغمان کے مقام پر واقع ہیں۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران طالبان حکومت کی وزارتِ کان کنی نے صوبہ ہرات کے علاقے غوریان میں لوہے کے ذخائر کے چار بلاکس کے ٹھیکے دیے ہیں۔ ان ذخائر میں تقریباً ایک ارب 80 کروڑ ٹن لوہے کی موجودگی بتائی گئی ہے۔ ان ٹھیکوں کی مجموعی مالیت ڈھائی ارب ڈالر ہے۔ عالمی منڈی میں لوہے کی فی ٹن قیمت تقریباً 100 ڈالر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے افغانستان میں لوہے کے ذخائر کی تخمینی مالیت 300 ارب ڈالر سے زیادہ بنتی ہے۔

تانبہ

افغانستان کے پاس خطے میں تانبے کے سب سے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ ماضی کے اندازوں کے مطابق ملک میں تانبے کے ذخائر تقریباً تین کروڑ ٹن تھے، تاہم نئی رپورٹس میں یہ مقدار بڑھ کر چھ کروڑ ٹن تک بتائی گئی ہے۔ عالمی منڈی میں تانبے کی فی ٹن قیمت 10 ہزار سے 12 ہزار ڈالر کے درمیان ہے۔ اس حساب سے افغانستان میں تانبے کے ذخائر کی تخمینی مالیت تقریباً 720 ارب ڈالر تک پہنچ سکتی ہے۔

افغانستان کے صوبوں لوگر، ہرات، زابل، غزنی، سرپل اور









بادغیس میں تانبے کے ذخائر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ان میں سب سے اہم لوگر کے ضلع محمد آغہ میں واقع 'عینک' تانبے کی کان ہے۔'عینک' کوافغانستان کی سب سے بڑی تانبے کی کان اور ایشیا کے بڑے تانبے کے ذخائر میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

سنہ 1970 اور سنہ 1980 کی دہائیوں میں کیے گئے جائزوں کے مطابق اس کان میں تانبے کے ذخائر کی مقدار تقریباً 24 کروڑ ٹن لگائی گئی تھی۔افغانستان کی وزارتِ کان کنی نے بھی بتایا تھا کہ اس کان سے نکالے جا سکنے والے تانبے کے ذخائر ایک کروڑ 15 لاکھ ٹن ہیں، جن کی مالیت تقریباً 50 ارب ڈالر بنتی ہے۔سنہ 2008 میں اس کان سے تانبے کے حصول کے لیے چینی کمپنی (ایم سی سی) کے ساتھ دو ارب 90 کروڑ ڈالر کا معاہدہ کیا گیا تھا۔طالبان کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد عینک تانبے کی دوسری کان، جس کا رقبہ 245 مربع کلومیٹر ہے، نجی کمپنی (توریٰ) کو 30 سال کے لیے لیز پر دی گئی۔کمپنی نے اس منصوبے میں 41 کروڑ 10 لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری اور حکومت کو 12 فیصد رائلٹی ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ایلومینیم

افغانستان میں ایلومینیم کے سب سے اہم ذخائر صوبہ زابل میں واقع ہیں۔ان ذخائر کی ممکنہ مقدار تقریباً ایک کروڑ 10 لاکھ ٹن بتائی جاتی ہے۔لوہے کے بعد ایلومینیم دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی دھات ہے۔تعمیرات، نقل و حمل اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ عالمی منڈی میں ایلومینیم کی فی ٹن اوسط قیمت تین ہزار سے چار ہزار ڈالر کے درمیان ہے۔ زابل، قندھار اور بغلان میں ایلومینیم کے قابلِ استخراج ذخائر کی مجموعی مالیت 30 ارب ڈالر سے زیادہ لگائی گئی ہے۔

سیسہ، زنک، ٹن، ٹنگسٹن اور پارہ

افغانستان میں سیسے، زنک، ٹن، ٹنگسٹن اور پارے کے بھی قابلِ ذکر ذخائر موجود ہیں۔ ملک میں سیسے اور زنک کے سب سے بڑے ذخائر قندھار میں ہیں، جن کی مقدار تقریباً 90 ہزار ٹن بتائی جاتی ہے۔ قندھار میں ٹن اور ٹنگسٹن کے ذخائر بھی پائے جاتے ہیں۔طالبان حکومت نے بامیان اور غور میں سیسے اور زنک کی کانوں کے ٹھیکے بھی دیے ہیں۔ صوبہ غور میں واقع کان کے معاہدے کی مالیت 50 کروڑ 70 لاکھ ڈالر بتائی گئی ہے۔ان معدنی ذخائر کی درست مقدار تاحال معلوم نہیں ہو سکی اور اس کے لیے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ افغانستان کے جنوب مغربی علاقوں میں پارے کے ذخائر کا تخمینہ تقریباً 32 ہزار ٹن لگایا گیا ہے۔

دوسرا حصہ: قیمتی پتھر (لاجورد، زمرد اور یاقوت)

افغانستان طویل عرصے سے قیمتی پتھروں، خصوصاً لاجورد، زمرد، یاقوت اور گارنیٹ کے ایک اہم مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان قیمتی پتھروں کی اہم کانیں بدخشان، پنجشیر، کنڑ، نورستان اور کابل میں واقع ہیں۔ بدخشان کا لاجورد اور پنجشیر کا زمرد بین الاقوامی سطح پر شہرت رکھتے ہیں۔ اگرچہ افغانستان میں قیمتی پتھروں کے مجموعی ذخائر کی درست مقدار اب تک معلوم نہیں ہو سکی، تاہم عالمی منڈی میں ان پتھروں کی زیادہ قیمت کے باعث ان ذخائر کی مجموعی مالیت اربوں ڈالر تک پہنچتی ہے۔

افغانستان کے صوبوں غزنی، فراہ اور دایکندی میں یٹھیم کے ذخائر کی باقاعدہ نشاندہی کی جا چکی ہے، جبکہ دیگر علاقوں میں بھی اس کے آثار موجود ہیں۔ اندازہ ہے کہ افغانستان میں یٹھیم کے ذخائر کی پٹی ہرات سے نورستان تک پھیلی ہوئی ہے اور یہاں کئی دہائیوں تک اس کی کان کنی کی جا سکتی ہے۔اس کے باعث افغانستان ان ممالک میں شامل ہو سکتا ہے جہاں اس اہم معدنی وسیلے کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔افغانستان کے صوبوں لوگر، ہرات، زابل، غزنی، سرپل اور بادغیس میں تانبے کے ذخائر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ان میں سب سے اہم لوگر کے ضلع محمد آغہ میں واقع 'عینک' تانبے کی کان ہے۔'عینک' کوافغانستان کی سب سے بڑی تانبے کی کان اور ایشیا کے بڑے تانبے کے ذخائر میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

افغانستان میں تیل اور گیس کے ذخائر



سنگِ مرمر

افغانستان کی وزارتِ کان کنی کے اعلان کے مطابق ملک میں سنگِ مرمر کے ایک ارب 30 کروڑ ٹن ذخائر موجود ہیں۔چینی ماہرین کے اندازے کے مطابق افغانستان صرف چین کو سنگِ مرمر برآمد کر کے سالانہ 50 کروڑ ڈالر کما سکتا ہے۔

تیسرا حصہ: نایاب عناصر، جن کی مالیت ایک کھرب ڈالر سے زیادہ ہے

افغانستان میں نایاب اور نایاب زمینی عناصر (ریئر ارتھ میٹلز) کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ اندازوں کے مطابق افغانستان میں نایاب معدنیات کے 14 لاکھ ٹن ذخائر ہیں۔ اس کے علاوہ صوبہ ہلمند کے علاقے خانشین میں یورینیم سمیت نایاب معدنیات کے 35 لاکھ ٹن ذخائر بھی موجود ہیں۔ نایاب زمینی عناصر کی اصطلاح 17 کیمیائی عناصر کے لیے استعمال ہوتی ہے، جو جدید ٹیکنالوجی اور صنعت میں بڑے پیمانے پر کام آتے ہیں۔ یہ عناصر سمارٹ فونز، کمپیوٹرز، طبی آلات اور کئی دیگر صنعتی مصنوعات کی تیاری کے لیے ضروری ہیں۔ افغانستان میں یٹھیم، بارائٹ، اینٹیمنی، سیلیبٹائٹ، مٹی اور پوٹاش کے بھی قابلِ ذکر ذخائر موجود ہیں۔ان میں یٹھیم کو خاص اہمیت حاصل ہے۔بعض اندازوں کے مطابق افغانستان میں اس کے ذخائر کی مالیت ایک کھرب ڈالر تک ہو سکتی ہے۔

افغانستان کے صوبوں غزنی، فراہ اور دایکندی میں یٹھیم کے ذخائر کی باقاعدہ نشاندہی کی جا چکی ہے، جبکہ دیگر علاقوں میں بھی اس کے آثار موجود ہیں۔اندازہ ہے کہ افغانستان میں یٹھیم کے ذخائر کی پٹی ہرات سے نورستان تک پھیلی ہوئی ہے اور یہاں کئی دہائیوں تک اس کی کان کنی کی جا سکتی ہے۔اس کے باعث افغانستان ان ممالک میں شامل ہو سکتا ہے جہاں اس اہم معدنی وسیلے کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ افغانستان ان معدنیات کے علاوہ ٹالک بھی برآمد کرتا ہے۔

چوتھا حصہ: تیل، گیس اور کوئلہ

افغانستان میں تیل اور گیس کے بھی قابلِ ذکر ذخائر موجود ہیں۔ اندازوں کے مطابق ملک میں تقریباً ایک ارب 60 کروڑ بیرل تیل اور 500 ارب مکعب میٹر قدرتی گیس کے ذخائر ہیں۔افغانستان کے اہم ترین تیل اور گیس کے ذخائر آمو دریا اور افغان تاجک طاس میں واقع ہیں، جو صوبہ بلخ، جوزجان، فاریاب، سرپل اور سمنگان کے بعض علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ مغربی اور جنوبی افغانستان میں بھی تیل اور گیس کے دیگر ذخائر موجود ہیں، جن میں ہرات تریپولی طاس، ہلمند طاس اور کٹواز طاس شامل ہیں۔

افغانستان کو سالانہ تقریباً 27 لاکھ ٹن تیل کی ضرورت ہوتی ہے، جس کا بڑا حصہ بیرونِ ملک سے درآمد کیا جاتا ہے۔

افغانستان کی وزارتِ کان کنی کی 2019 کی سرکاری رپورٹ میں، جس میں امریکہ اور افغانستان کے مشترکہ جائزے کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، بتایا گیا تھا کہ ملک کے تیل کے ذخائر اور کنوؤں میں تقریباً ایک ارب 60 کروڑ بیرل خام تیل، 16 کھرب مکعب فٹ قدرتی گیس اور 50 کروڑ بیرل مائع قدرتی گیس موجود ہے۔اس حساب سے صرف افغانستان کے خام تیل کی موجودہ قیمت کے مطابق مالیت تقریباً 107 ارب ڈالر بنتی ہے۔

کوئلہ

افغانستان میں کوئلے کے ذخائر تقریباً ایک ارب ٹن بتائے جاتے ہیں اور اس کوئلے کا معیار بھی اچھا سمجھا جاتا ہے۔ افغانستان میں کوئلے کے اہم ذخائر کی پٹی بدخشان سے شروع ہو کر تخار، قندوز، بغلان، سمنگان، بلخ، سرپل، بامیان، دایکندی، جوزجان اور بادغیس سے گزرتی ہوئی ہرات تک پھیلی ہوئی ہے۔اب تک ملک میں کوئلے کی 113 سے زیادہ کانوں اور معدنی ذخائر کی نشاندہی کی جا چکی ہے، جن میں سے 18 کانوں میں کوئلے کے ذخائر 84 کروڑ 70 لاکھ ٹن سے زیادہ ہیں۔کوئلہ افغانستان کے اہم معدنی وسائل میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مشہور کانیں سمنگان، بامیان، تخار، بغلان، ہرات اور سرپل میں واقع ہیں۔

طالبان کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد پہلے چار برسوں کے دوران افغانستان نے ایک ارب 10 کروڑ ڈالر سے زیادہ مالیت کا کوئلہ برآمد کیا، جو ملک کی آمدن کا ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے۔ پاکستان، ایران، ترکی، انڈیا اور چین اس کوئلے کے بڑے خریدار ہیں۔

کن صوبوں میں معدنی ذخائر سب سے زیادہ ہیں؟



یہ قدرتی وسائل افغانستان کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور ملک کے توانائی کے اہم ذرائع میں شمار ہوتے ہیں۔ افغانستان کا دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کے بعد طالبان حکومت نے جولائی 1402 ہجری شمسی میں اعلان کیا تھا کہ وہ ملک میں تیل کی یومیہ پیداواری صلاحیت بڑھا کر ایک ہزار 200 ٹن تک لے جانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ یہ مقدار افغانستان کی تیل کی مجموعی ضرورت کا تقریباً 10 فیصد ہے۔ ملک میں تیل کی یومیہ ضرورت 8 ہزار سے 10 ہزار ٹن بتائی جاتی ہے۔



بجری گر... آسٹریلین طوطے

.....عطاء محمد کاکڑ

گھروں کی خوب صورتی اور قدرتی ماحول کے قربت کے شوقین نہ صرف مختلف طرح کے پھل دار یا پھولوں والے پودوں سے گھر کو آراستہ کرتے ہیں بلکہ وہ مختلف قسام کے پالتو جانور اور پرندے بھی پاس رکھتے ہیں۔ پودے اگر گھر کو سکون اور آکسیجن کی فراہمی کا ذریعہ بنتے ہیں تو ان جانوروں اور پرندوں کی دل کش میٹھی آوازیں گھر میں قدرت کی موجودگی کا احساس زندہ رکھتی ہیں۔ پاکستان اور دنیا بھر میں پالتو پرندوں میں اگر بجری گر (آسٹریلین طوطے) پالنا بہت عام اور آسان ہے۔ اپنے چھوٹے سائز، کئی دل کش رنگوں اور جلد انسانوں میں گھل مل جانے کی عادت، اپنی کم قیمت، آسان دیکھ بھال اور دوستانہ مزاج کی





پرندوں کی دل کش میٹھی آوازیں گھر میں قدرت کی موجودگی کا احساس زندہ رکھتی ہیں

وجہ سے پالتو پرندوں میں بجری طوطے ہی نئے شوقین بچوں اور بڑوں کا اوّلین انتخاب بنتے ہیں۔

بجری گر طوطے، جنہیں عام طور پر آسٹریلین طوطے یا بجرائز (Budgerigars) کہا جاتا ہے یہ چھوٹے، خوب صورت اور انتہائی متحرک پرندے ہیں جن کا اصل وطن آسٹریلیا کے خشک علاقے ہیں۔ ان میں ہلکے نیلے، گہرے نیلے، سفید، گرے کلرمکس، پیلے ریڈ آئیز وغیرہ عام ہیں۔ ذیل میں بجری طوطوں کی اقسام، دیکھ بھال، نر اور مادہ کی پہچان، بریڈنگ اور خوراک کے بارے میں ایک مفصل گائیڈ پیش کی جارہی ہے۔



یہ چھوٹے، خوب صورت اور انتہائی متحرک پرندے ہیں جن کا اصل وطن آسٹریلیا کے خشک علاقے ہیں۔ ان میں ہلکے نیلے، گہرے نیلے، سفید، گرے کلرمکس، پیلے ریڈ آئیز وغیرہ عام ہیں

۱۔ بجری طوطوں کی اقسام بجری طوطوں کو بنیادی طور پر دو بڑے گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

وائلڈ یا کلاسک بجری: یہ سائز میں چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کا اصل رنگ ہرا (Green) ہوتا ہے، جس پر سیاہ اور پیلی لکیریں ہوتی ہیں۔

انگلش بجری: یہ سائز میں عام بجری سے کافی بڑے اور بھاری ہوتے ہیں۔ ان کے سر کے پر گھنے ہوتے ہیں اور یہ نمائش (Exhibitions) کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ رنگوں اور پروں کے پیٹرن (Mutations) کے لحاظ سے ان کی درج ذیل مشہور اقسام ہیں:

لوٹینو (Lutino): یہ مکمل پیلے رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں۔

البائنو (Albino): یہ مکمل سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں بھی سرخ ہوتی ہیں۔

پائیڈ (Pied): ان کے جسم پر دو یا دو سے زیادہ رنگوں کے دھبے ہوتے ہیں (جیسے سفید اور نیلا، یا پیلا اور ہرا)۔

اسپینگل (Spangle): ان کے پروں کے کنارے گہرے رنگ کے ہوتے ہیں جو دیکھنے میں بہت خوب صورت لگتے ہیں۔

۲۔ نر اور مادہ کی پہچان: بجری طوطوں میں نر اور مادہ کی پہچان ان کی چونچ کے اوپر موجود ناک کی ہڈی (جسے ''سیری'' (Cere) کہا جاتا ہے) کے رنگ کی مدد سے ہوتی ہے۔ چھوٹے پرندوں میں فرق مشکل ہوتا ہے تاوقتے کہ ان عمر بڑھنے کے ساتھ یہ رنگ نمایاں نہ ہوجائے۔ پرندے کے جوان ہونے پر (تقریباً 6 سے 8 ماہ کی عمر میں) یہ فرق بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

نر طوطا (Male): جوان نر طوطے کی سیری کا رنگ گہرا نیلا (BlueDark) یا چمک دار نیلا ہوتا ہے، جب کہ لوٹینو اور البائنو نر میں یہ رنگ گلابی یا پرپل بھی ہوسکتا ہے۔

مادہ طوطی (Female): جوان مادہ کی سیری کا رنگ سفید، ہلکا نیلا، ٹیلا یا گہرا بھورا (Brown) ہوتا ہے۔ جب مادہ بریڈنگ کے لیے تیار ہوتی ہے تو اس کی ناک کی جلد کھردری اور گہری بھوری ہوجاتی ہے۔

۳۔ بجری طوطوں کی کیئر بجری طوطوں کو صحت مند رکھنے کے لیے چند بنیادی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

پنجرے کا سائز: پنجرہ اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ پرندے آسانی سے اپنے پر پھیلا سکیں اور اڑ سکیں۔

ایک جوڑے کے لیے کم از کم 1.5 بائی 1.5 فٹ کا پنجرہ مناسب ہے۔

صفائی ستھرائی: پنجرے کے نیچے بچھا ہوا کاغذ یا ٹرے ہفتے میں کم از کم دو بار لازمی صاف کریں۔ پانی کا برتن روزانہ دھو کر نیا پانی ڈالیں۔

درجہ حرارت اور ماحول: انہیں تیز دھوپ، سرد ہوا کے جھونکوں اور بلی یا دیگر شکاری جانوروں سے محفوظ رکھیں۔ ان کے لیے اوسط درجہ حرارت 20 سے 30 ڈگری سینٹی گریڈ بہترین ہے۔

۴۔ خوراک صرف باجرہ دینا ان چھوٹے طوطوں کی صحت کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ انہیں ایک متوازن غذا کی ضرورت ہوتی ہے:

سیڈ مکس: ان کی بنیادی غذا میں باریک باجرہ، کینری سیڈ، اور چینا (Millets) شامل ہونا چاہیے۔

سافٹ فوڈ: ہفتے میں دو سے تین بار ابلی ہوئی گندم، ابلے ہوئے چاول، یا پانی میں بھیگی ہوئی دالیں دیں۔ سردیوں میں ابلا ہوا انڈا (میش کر کے) دینا ان کی صحت اور بریڈنگ کے لیے بہت مفید ہے۔

سبزیاں اور پھل: سبز پتوں والی سبزی مثلاً پالک، میتھی، ہرا دھنیا، پودینہ، کھیرا، اور سیب (بغیر بیج کے) شوق سے کھاتے ہیں۔

کیلشیئم اور منرلز: پنجرے میں سمندری جھاگ اور نمک/منرل کا بلاک ہر وقت موجود ہونا چاہیے تاکہ ان کی ہڈیاں اور انڈوں کے چھلکے مضبوط بنیں۔ اصل میں ان طوطوں کو تیز نوکیلی چونچ کے ذریعے فارغ وقت میں کچھ نہ کچھ کترنے کے لیے درکار ہوتا ہے۔ اگر نرم لکڑی کی شاخ یا ڈنڈا پنجرے میں ان کے بیٹھنے کے واسطے لگایا ہوا ہے تو اسے کتر کتر کر کم زور کردیں گے اس لیے سمندری جھاگ پنک سالٹ کا ٹکڑا یا بازار سے ملنے والا منرل کا بلاک لازمی رکھا جاتا ہے۔

۵۔ بریڈنگ کا طریقہ اگر آپ بجری طوطوں سے بچے نکلوانا چاہتے ہیں، تو درج ذیل مراحل پر عمل کریں:

صحیح عمر کا انتخاب: بریڈنگ کے لیے نر اور مادہ دونوں کی عمر کم از کم 10 سے 12 ماہ ہونی چاہیے۔ اس سے کم عمر کے پرندے کا جوڑا بھی بن جاتا ہے لیکن کم عمر پرندوں سے بریڈنگ لینے پر ان کی صحت خراب ہوسکتی ہے۔

جوڑا لگانا: ایک صحت مند نر اور مادہ کو ایک ہی (الگ) پنجرے میں رکھیں۔ جب وہ ایک دوسرے کو کھانا کھلانے لگیں اور خارش کرنے لگیں، تو سمجھیں کہ انھوں نے ایک دوسرے کو قبول کرلیا ہے اور جوڑا لگ گیا ہے۔

مٹکا یا بکس لگانا: جوڑا لگنے کے بعد پنجرے کے اندر مٹی کا مٹکا یا لکڑی کا بکس لگائیں۔ بکس کا سائز تقریباً 6x6x8 انچ ہونا چاہیے۔ انڈے اور بچے: مادہ مٹکی کا معائنہ کرنے کے بعد کچھ دنوں میں انڈے دینا شروع کردیتی ہے۔ بجری مادہ عام طور پر ایک ایک دن کے ناغے سے 4 سے 8 انڈے دے دیتی ہے۔

انڈے سینا (Incubation): مادہ انڈوں پر بیٹھتی ہے اور تقریباً 18 سے 21 دن میں انڈوں سے بچے نکلنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اس دوران نر مادہ کو مٹکی کے اندر ہی کھانا کھلاتا ہے۔ کاروباری افراد جوان طوطوں کی فارمنگ کرتے ہیں وہ انڈے پورے ہوجانے پر انھیں اٹھا کر مصنوعی طریقہ سے انکیوبیٹرز کے ذریعے بچے نکلواتے ہیں اور بچے انڈوں سے نکلتے ہی انھیں خود فیڈنگ کرتے ہیں۔ اس طرح جوڑا اگلے سیزن کے انڈے دینے کے لیے جلد تیار ہوجاتا ہے۔

بچوں کی دیکھ بھال: جب بچے نکل آئیں تو روزانہ کی بنیاد پر سافٹ فوڈ (انڈہ بریڈ یا ابلی گندم) لازمی دیں تاکہ والدین بچوں کو آسانی سے فیڈ کرواسکیں۔ تقریباً 30 سے 35 دن میں بچے مٹکی سے باہر آجاتے ہیں اور خود کھانا سیکھ جاتے ہیں۔

عام شوقین افراد جو گھروں میں چھوٹے بڑے پنجرے میں طوطے رکھتے ہیں وہ کالونی کہلاتا ہے جس میں کئی جوڑے ایک ساتھ رکھے ہوتے ہیں، ان میں ہر رنگ کا طوطا موجود ہوتا ہے اور کوئی بھی رنگ یا قسم کا پرندہ جس سے بھی پیئر بنالے اور کسی بھی مٹکے میں انڈے دے لے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی، جب کہ جو لوگ ان طوطوں کو کاروباری مقاصد کے لیے پالتے ہیں وہ باقاعدہ فارمنگ کے اصولوں کے تحت ان کا الگ الگ جوڑا الگ الگ مناسب سائز کے پنجرے میں رکھتے ہیں تاکہ بریڈنگ سے زیادہ سے زیادہ بچوں کی تعداد حاصل ہوسکے کیوں کہ کالونی کی صورت میں مادہ طوطیاں آپس میں لڑ بھی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کے مٹکے پر قبضہ کرنے کے لیے ان کے انڈے یا بچے تک ضائع کردیتی ہیں، جبکہ فارمنگ والے ہر جوڑے کی ورائٹی کو الگ الگ رکھ کر پرورش کرکے بہتر نتائج حاصل کرتے ہیں۔

بحرطور شوقیہ طور پر رکھے جائیں یا کاروباری مقاصد کے لیے ان کا وجود، صبح صبح ان کی چک چک کرتی مدھر آوازیں گھر میں اُٹھنے والے افراد کو قدرت کی قربت اور قدرت کے لمس کا حسین احساس دلاتی ہیں۔ بچے تو خاص طور پر ان کی کیئر کے واسطے بہت متحرک رہتے ہیں۔ کوئٹہ اور دیگر علاقوں میں تقریباً ہر علاقے میں برڈ زسینٹرز سے یہ بجری طوطے دست یاب ہوتے ہیں جب کہ پرندہ مارکیٹ، پہلو میں لگنے والے اتوار بازار سے عام لوگ دکانوں کی نسبت سستے فروخت کرنے والے گھریلو لوگوں سے بھی خرید لیتے ہیں۔ ان کی خوراک دانہ ویسے تو عام گلی محلے کے برڈ زسینٹرز سے بھی مل جاتی ہے۔

☆☆

پودے اگر گھر کو سکون اور آکسیجن کی فراہمی کا ذریعہ بنتے ہیں، اپنے چھوٹے سائز، کئی دل کش رنگوں اور جلد انسانوں میں گھل مل جانے کی عادت، اپنی کم قیمت، آسان دیکھ بھال اور دوستانہ مزاج کی وجہ سے پالتو پرندوں میں بجری طوطے ہی نئے شوقین بچوں اور بڑوں کا اوّلین انتخاب بنتے ہیں۔

(بقیہ: پاکستان منرلز انویسٹمنٹ 2025)

تاہم معدنی شعبہ تاحال پوری طرح دریافت نہیں کیا جاسکا اور اس کی ترقی کے لیے سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ گلگت بلتستان میں معدنیات کے شعبے سے متعلق مناسب قواعد وضوابط موجود ہیں جبکہ معدنی مقامات کے لائسنس کے لیے آن لائن پورٹل بھی قائم کیا گیا ہے جہاں درخواستیں جمع کرائی جاسکتی ہیں۔ امجد حسین نے کہا کہ گلگت بلتستان میں ماحول پرامن ہے اور صوبے میں بین الاقوامی سرمایہ کاری کے وسیع امکانات ہیں۔ انہوں نے دنیا بھر کے سرمایہ کاروں کو معدنی شعبے میں سرمایہ کاری کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ حکومت تمام ممالک کے سرمایہ کاروں کا خیر مقدم کرتی ہے۔

واضح رہے کہ 2 روزہ پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026 میں حکومتی عہدیداروں، غیر ملکی سرمایہ کاروں، کان کنی کے شعبے سے وابستہ کمپنیوں کے نمائندے اور ماہرین شرکت کر رہے ہیں۔ فورم میں معدنیات کی تلاش، منصوبوں کی مالی معاونت، کان کنی کے بنیادی ڈھانچے، عالمی شراکت داری اور پاکستان میں کان کنی کے شعبے کے لیے افرادی قوت کی تیاری سمیت مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا جا رہا ہے۔ فورم سے قبل نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ اسحاق ڈار کو سفارتی رابطوں اور انتظامی تیاریوں کے بارے میں بریفنگ بھی دی گئی، جس میں غیر ملکی وفود اور عالمی کان کنی کمپنیوں کی سہولت کے لیے کیے گئے انتظامات شامل تھے۔

جیولوجیکل سروے آف پاکستان کا معدنی ذخائر کی دریافت اور تحقیق اور سائنسی کردار

پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم 2026 کے آغاز کے موقع پر جب دنیا کے 60 سے زائد ممالک کے نمائندگان، سرمایہ



کار، ماہرینِ ارضیات، سفارت کار اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے وفود اسلام آباد میں جمع ہوئے تو جیولوجیکل سروے آف پاکستان نے نہ صرف اس تاریخی فورم میں فعال شرکت کی بلکہ پاکستان کے معدنی ذخائر کی دریافت، تحقیق اور سائنسی بنیادوں پر ان کی ترقی کے حوالے سے اپنی مرکزی حیثیت کو ایک بار پھر عالمی سطح پر ثابت کیا، کیونکہ یہ ادارہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ملک کی ارضیاتی نقشہ سازی، معدنیات کی تلاش، جیوفزیکل اور جیوکیمیکل سروے، قدرتی آفات کے خطرات کی تشخیص اور بنیادی واطلاق شدہ تحقیق کا بنیادی ستون رہا ہے اور اس کی کامیابیاں اتنی وسیع اور دوررس ہیں کہ آج کا فورم درحقیقت اسی ادارے کی دہائیوں کی محنت کا نتیجہ ہے جس نے تھرکول فیلڈ کی دریافت سے پاکستان کو دنیا کے بڑے کوئلہ دار ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا (175 ارب ٹن سے زائد لیگنائٹ کوئلہ)، سینڈک کاپر گولڈ ڈیپازٹ کی نشاندہی کر کے تانبے اور سونے کے ذخائر کو منظرِ عام پر لایا (412 ملین ٹن سے زیادہ ذخائر، تانبا 0.4 فیصد کے ساتھ 1.7 ملین ٹن اور سونا 0.2 گرام فی ٹن)، ریکوڈک جیسے عظیم پیروفائر کاپر گولڈ سسٹم کو دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی تخمینی ذخائر 3000 ملین ٹن سے زیادہ معدنی مادے پر مشتمل ہیں اور جس میں تقریباً 18 ملین ٹن تانبا اور 35 ملین اونس سونا موجود ہے، ڈھر لیڈ زنک ڈیپازٹ کی دریافت سے لیڈ اور زنک کی تجارتی سطح پر دستیابی کو ممکن بنایا (28 ملین ٹن کے قریب مشترکہ ذخائر)، بلوچستان کے مختلف علاقوں میں بیریاٹ، آئرن اور دیگر صنعتی معدنیات کی تلاش کی، خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان میں اینٹیمنی، ٹنگسٹن، لیتھیم اور قیمتی پتھروں کے امکانات کو اجاگر کیا اور مجموعی طور پر ملک بھر میں سینکڑوں معدنی مقامات کی نشاندہی کر کے صوبائی حکومتوں اور سرمایہ کاروں کو سائنسی ڈیٹا فراہم کیا۔ اس فورم میں جیولوجیکل سروے آف پاکستان نے نہ صرف اپنے تازہ ترین جیولوجیکل میپس، جیوپورٹل اور نیشنل منرل ڈیٹا سینٹر کے انکشافات کو پیش کیا بلکہ جرمنی، ترکی اور چین کے ارضیاتی اداروں کے ساتھ ڈیٹا شیئرنگ، تکنیکی تعاون اور ایکسپلوریشن رسک کم کرنے کے موضوع پر براہِ راست مذاکرات میں حصہ لیا تاکہ عالمی سرمایہ کاروں کو یہ اعتماد دلایا جاسکے کہ پاکستان میں معدنی تلاش اب روایتی انداز سے نکل کر جدید ڈیجیٹل میپنگ، ایئر بورن سروے، ریموٹ سینسنگ اور بین الاقوامی معیار کے مطابق لیبارٹری تجزیوں پر مبنی ہو چکی ہے، خاص طور پر جب اسلام آباد میں جیوسائنس ایڈوانسڈ ریسرچ لیبارٹریز کی جدید کاری کے بعد آئی ایس او سرٹیفائیڈ سہولیات دستیاب ہوگئی ہیں جو ایکس آر ڈی، آئی سی پی ایم ایس اور دیگر جدید آلات سے لیس ہیں اور جو اے او آر سی و این آئی 43-101 معیارات کے مطابق بینک ایبل ڈیٹا تیار کرسکتی ہیں۔ اس ادارے کی اہمیت اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ پاکستان کے تقریباً تمام اہم معدنی ذخائر جو آج سرمایہ کاری کے لیے پیش کیے جارہے ہیں ان کی ابتدائی دریافت، نقشہ سازی اور سائنسی تشخیص اسی ادارے نے کی ہے اور آج جب حکومت ایکسپلوریشن فنانسنگ، ویلیو چین کی ترقی اور پائیدار کان کنی پر زور دے رہی ہے تو جیولوجیکل سروے آف پاکستان وہ سائنسی بنیاد فراہم کررہا ہے جس کے بغیر کوئی بھی بڑا سرمایہ کاری منصوبہ خطرے سے خالی نہیں ہوسکتا، اس نے نہ صرف ملک کے جیولوجیکل اٹلس تیار کیے بلکہ مختلف پیمانوں پر تفصیلی میپنگ کے پروگرام تیز کیے ہیں جن میں 50,001 اسکیل کی سروے شامل ہیں تاکہ بلوچستان، گلگت بلتستان اور خیبر پختونخوا کے ممکنہ معدنی زونز کو زیادہ درستگی کے ساتھ شناخت کیا جاسکے، اس کے علاوہ اس ادارے نے قدرتی آفات جیسے زلزلے، لینڈ سلائیڈ اور سیلاب کے خطرات کی تشخیص میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے جو کان کنی کے منصوبوں کی سیکیورٹی اور پائیداری کے لیے ناگزیر ہے۔ پاکستان منرلز انویسٹمنٹ فورم کے اس تیسرے ایڈیشن میں جب 5,000 سے زائد شرکاء نے شرکت کی اور بین الاقوامی نمائش میں 122 نمائش کنندگان نے جدید کان کنی کے آلات اور ٹیکنالوجیز کا مظاہرہ کیا تو جیولوجیکل سروے آف پاکستان نے یہ پیغام دیا کہ پاکستان کے معدنی وسائل صرف خام برآمدات تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ سائنسی ڈیٹا، تکنیکی صلاحیت اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعے پراسیسنگ، ریفائننگ اور ڈاؤن سٹریم انڈسٹری تک پہنچائے جائیں گے، اس ادارے کی کامیابیوں کی فہرست میں تھار کے 175 ارب ٹن سے زائد لیگنائٹ کوئلہ، سینڈک کے 412 ملین ٹن سے زیادہ کاپر گولڈ آر، ریکوڈک کے 3,000 ملین ٹن سے زائد معدنی مواد، ڈھڈر کے لیڈ زنک ذخائر، دلبند آئرن آر (200 ملین ٹن سے زیادہ) اور سینکڑوں دیگر مقامات شامل ہیں جنہوں نے پاکستان کو عالمی معدنی نقشے پر نمایاں مقام عطا کیا ہے، مزید برآں اس ادارے نے یونیورسٹیوں میں جیوسائنس کی تعلیم کے فروغ، نوجوان سائنسدانوں کی تربیت اور بین الاقوامی پروگراموں جیسے یو کے پاکستان جیوسائنس کیپیسٹی بلڈنگ پروگرام کے ذریعے ڈیجیٹل میپنگ اور ایئر بورن سروے کی صلاحیتوں کو مضبوط کیا ہے تاکہ مستقبل میں معدنی تلاش زیادہ مؤثر، کم خطرہ والی اور سرمایہ کار دوست ہوسکے۔ یوں یہ فورم نہ صرف سرمایہ کاری کی دعوت کا موقع تھا بلکہ جیولوجیکل سروے آف پاکستان کے لیے اپنی تاریخی کامیابیوں، موجودہ صلاحیتوں اور مستقبل کے وژن کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا ایک اہم پلیٹ فارم بھی ثابت ہوا جس نے ثابت کردیا کہ پاکستان کے معدنی مستقبل کی بنیاد اسی سائنسی ادارے کی مسلسل محنت، تحقیق اور قومی وسائل کی حفاظت پر استوار ہے اور جب تک یہ ادارہ مضبوط، جدید اور عالمی معیار کے مطابق کام کرتا رہے گا۔

(بقیہ: سونیا گاندھی)

ان کے نزدیک یہ معاملہ صرف ان کی ذات تک محدود نہیں تھا۔ انھیں خدشہ تھا کہ انڈیا کی مرکزی اپوزیشن جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) ان کی غیر ملکی پیدائش کے معاملے کو سیاسی فائدے کے لیے استعمال کرتی رہے گی اور وزیرِ اعظم کا عہدہ قبول کرنے سے یہ تنازع 'ملک میں شدید انتشار' پیدا کرسکتا ہے۔ صبح تک وہ اپنا فیصلہ کرچکی تھیں۔ انھوں نے راہل سے کہا 'میں نے اپنا ذہن بنالیا ہے۔ میں اپنے مؤقف پر قائم رہوں گی۔' اس کے بجائے سونیا گاندھی نے من موہن سنگھ کو وزیرِ اعظم بنانے کا فیصلہ کیا، جو ماہرِ معاشیات اور کانگریس کے رکن تھے۔ وہ من موہن سنگھ کو ایک ایسی شخصیت قرار دیتی ہیں جن کے کردار پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا اور جنھیں حکومتی امور کی گہری اور مکمل سمجھ حاصل تھی۔ یہ کتاب اس وقت سب سے زیادہ اہم انکشافات کرتی ہے جب سونیا گاندھی خاندانی یادوں سے آگے بڑھ کر اس انڈیا کا ذکر کرتی ہیں جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ اب بدل چکا ہے۔ سونیا لکھتی ہیں کہ جب انھوں نے عملی سیاست میں قدم رکھا تو پارلیمانی سیاست میں 'ایک خاص تہذیب اور رکھ رکھاؤ' ہوا کرتا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ سیاسی حملے اور سخت زبان نئی بات نہیں تھی، لیکن اب اقتدار میں موجود لوگوں میں اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو نیچا دکھانے اور اذیت پہنچانے، جبکہ مخالف سمجھنے والوں کو خوف زدہ کرنے کا رجحان زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان کے مطابق یہ دنیا بھر میں پھیلتے اس رجحان کا حصہ ہے جس میں 'آمرانہ حکومتوں کے ساتھ بے حسی بھی جنم لیتی ہے'۔ ہندو قوم پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) سے تعلق رکھنے والے وزیرِ اعظم نریندر مودی کے بارے میں سونیا گاندھی کا بیان غیر معمولی طور پر براہِ راست ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ پارلیمانی تقریبات میں رسمی سلام دعا اور کبھی کبھار ہونے والی مختصر گفتگو کے علاوہ، دونوں کے درمیان 'عملی طور پر کبھی کوئی حقیقی رابطہ نہیں رہا'۔ ان کے مطابق، جب وہ ہسپتال سے واپس آتی تھیں تو کبھی کبھار مودی ان سے پوچھتے 'ٹھیک ہیں، آپ؟'

سونیا لکھتی ہیں 'وہ عموماً دوسری طرف دیکھنے لگتے ہیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے سے گریز کرتے ہیں'۔ سونیا گاندھی لکھتی ہیں کہ نریندر مودی کے انڈیا کے تصور کی تشکیل راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے زیرِ اثر ہوئی اور اس نے 'ایسی انتہا پسندی کو تقویت دی جس میں ان کا مذہب اور ثقافت دوسروں کے مذہب اور ثقافت سے برتر سمجھے جاتے ہیں'۔ ان کے مطابق مودی کا انڈیا 'درجہ بندی، نظم وضبط اور کنٹرول' پر مبنی ہے، جبکہ ان کا اپنا تصور 'بالادستی کے خلاف انڈیا' کا ہے، جو 'سب کو ساتھ لے کر چلنے، سیکولرازم اور سماجی انصاف' کے اصولوں پر قائم ہے۔ تاہم مودی پر اس تنقید کے دوران سونیا گاندھی ایک اہم بات کا اعتراف بھی کرتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ وہ مودی کی 'اپنے دور کے حکمران اشرافیہ سے بے اطمینانی' کو سمجھتی تھیں۔

سونیا کہتی ہیں کہ دہلی کے مراعات یافتہ طبقے کے ڈرائنگ رومز میں بیٹھ کر انھیں بے چینی محسوس ہوتی تھی، جہاں سیاسی گفتگو 'انڈیا کے حقیقی حالات سے بہت دور' دکھائی دیتی تھی۔ وہ لکھتی ہیں کہ مودی کا پس منظر شاید اتنا سادہ نہ ہو جتنا ان کی تشہیری ٹیم پیش کرتی ہے، لیکن انھوں نے 'یقیناً ایک محروم طبقے سے تعلق رکھنے کے باوجود آر ایس ایس کے اندر اپنی محنت سے اقتدار تک رسائی حاصل کی'۔ یہ کانگریس کی قیادت اور اس وسطی طبقے کے درمیان سماجی فاصلے کا ایک غیر معمولی اعتراف ہے جس کی نمائندگی مودی نے کی۔ سونیا گاندھی کی یادداشتوں میں عالمی رہنماؤں سے ان کی ملاقاتوں کی کچھ جھلکیاں بھی شامل ہیں۔

وہ روسی صدر ولادیمیر پوتن کو ایک 'دلچسپ شخصیت' کے طور پر یاد کرتی ہیں، جنھوں نے سینٹ پیٹرزبرگ میں انھیں کشتی کی سیر کرائی اور راستے میں شہر کی تاریخی عمارتیں اور یادگاریں دکھائیں۔ سونیا کہتی ہیں کہ وہ پوتن کی عالمی سیاست پر گرفت اور 'روس کو اس کی سابقہ طاقتور حیثیت واپس دلانے کے عزم' سے متاثر ہوئی تھیں۔ ان کے بقول یہ سب 'یوکرین جنگ سے بہت پہلے، ایک بالکل مختلف دور' کی بات ہے۔

ایک اور نسبتاً دلچسپ ملاقات فرانس کے سابق صدر نکولا سرکوزی سے ہوئی، جو سنہ 2008 میں اپنے اس وقت کے ساتھی کارلا برونی کے بغیر انڈیا آئے تھے، کیونکہ دونوں نے اس وقت شادی نہیں کی تھی۔ ایک سرکاری عشائیے کے دوران انڈیا کے نائب صدر کی اہلیہ نے خوش دلی سے سرکوزی سے سوالات شروع کردیے۔ انھوں نے پوچھا کہ وہ کارلا برونی سے شادی کب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیا انھیں ان کی کمی محسوس ہوتی ہے اور کیا شادی کی تاریخ طے ہوچکی ہے۔ سرکوزی بھی خوش دلی سے ان سوالوں کے جواب دیتے رہے اور ساتھ ہی اپنے فون پر برونی کو پیغامات بھی بھیجتے رہے۔ سونیا گاندھی کی کتاب 'بیلا ٹلنگ' غیر جانب دار تاریخی بیان نہیں ہے۔ یو فورس تو پوں کا سکینڈل، جس نے راجیو گاندھی کی حکومت کو شدید نقصان پہنچایا اور کئی دہائیوں تک ان کے خاندان کا پیچھا کیا، اس کتاب میں نسبتاً مختصر جگہ پاتا ہے۔ 502 صفحات پر مشتمل اس یادداشت میں کانگریس کے اپنے دورِ اقتدار کے کم خوش گوار پہلوؤں کا ذکر نسبتاً کم ہے۔ سونیا اپنے سیاسی مخالفین کے دور میں بدعنوانی، منافقت اور عوامی معیار میں گراوٹ پر تو تفصیل سے بات کرتی ہیں، لیکن کانگریس کے دورِ اقتدار میں اقربا پروری، اپنے قریبی لوگوں کو نوازنے اور بدعنوانی کے کلچر کا ذکر بڑی حد تک نظر انداز کرتی ہیں۔ عوام کا سیاسی جماعتوں پر اعتماد کم ہونے میں کانگریس کی اپنی ذمہ داری کا بھی زیادہ اعتراف نہیں کیا گیا۔

سونیا گاندھی اپنے شوہر اور ساس کی سیاسی وراثت کا دفاع کرنے کی پوری کوشش کرتی ہیں، حالانکہ ان کی قائم کردہ جماعت طویل عرصے سے زوال کا شکار ہے۔ ان کی بیان کردہ کہانی صرف اس سیاسی وراثت کو سنبھالنے کی قیمت کے بارے میں نہیں، بلکہ ایک ایسی خاتون کی زندگی کے بارے میں بھی ہے جو کہتی ہیں کہ وہ کبھی اس زندگی کی خواہش مند نہیں تھیں جو بالآخر انھیں گزارنی پڑی۔

اسی لیے یادداشتوں کے آخری صفحات میں ایک واضح اداسی محسوس ہوتی ہے۔ 79 سالہ سونیا گاندھی اب بھی انڈیا کی پارلیمان کے ایوانِ بالا، راجیہ سبھا کی رکن ہیں۔ ان کے 55 سالہ بیٹے راہل چار بار رکنِ پارلیمان منتخب ہو چکے ہیں اور اپوزیشن لیڈر ہیں، جبکہ 53 سالہ بیٹی پریانکا بھی رکنِ پارلیمان ہیں۔ سونیا کہتی ہیں کہ اصل چیلنج یہ تھا کہ دکھ اور نقصان، کامیابی اور ناکامی اور سیاست کے تقاضوں کے تحت ہونے والی جوڑ توڑ کے باوجود 'ایک منصفانہ اور انسان دوست معاشرے کے تصور سے وابستہ رہا جائے'۔ لیکن وہ اپنی یادداشتوں کا اختتام کسی فتح کے اعلان یا اس یقین کے ساتھ نہیں کرتیں کہ تاریخ انھیں درست ثابت کرے گی۔ وہ لکھتی ہیں 'اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنی پوری کوشش کے باوجود میں ان قوتوں کو پیچھے دھکیلنے میں کامیاب نہیں ہوسکی جن کے خلاف لڑنے کے لیے میں نے یہ راستہ اختیار کیا تھا'۔

☆.....☆

(بقیہ: علم وجفر ورمل)

ان کے بقول 'اس قسم کی باتوں کا مقصد توہم پرستی کو فروغ دینا ہے، کیونکہ جتنا معاشرہ توہمات کا شکار ہوگا، اتنا ہی بعض لوگوں کو فائدہ پہنچے گا'۔ اس کے باوجود اسرائیل کی جانب سے ایرانی کمانڈروں کے خلاف کارروائیوں میں جنات یا جادو کے استعمال سے متعلق دعوے برقرار رہے۔ سنہ 2026 میں معروف مذہبی مقرر مسعود عالی نے ایک ویڈیو بیان میں کہا کہ اسرائیل نے ایران کے خلاف جنگ میں 'جنات، شیاطین، جادو اور سحر' کا استعمال کیا۔ انھوں نے اپنے دعوے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ علی شادمانی، جو بارہ روزہ جنگ کے دوران خاتم الانبیاء ہیڈکوارٹر کے کمانڈر تھے، اپنی جگہ ہر آدھے گھنٹے بعد تبدیل کرتے تھے تاکہ ان کا سراغ نہ لگایا جاسکے، لیکن اس کے باوجود انھیں نشانہ بنایا گیا۔ مسعود عالی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ شیطانی قوتیں 'امامِ زمانہ کے ظہور کی مخالفت کے لیے متحد ہیں'۔

مجتبیٰ خامنہ ای اور پراسرار علوم

سنہ 2026 کے موسمِ بہار میں اسرائیل کی جانب سے پراسرار علوم کے مبینہ استعمال کے دعوے اسلامی جمہوریہ ایران کے نئے رہنما مجتبیٰ خامنہ ای کی سیکیورٹی سے متعلق بحث کا حصہ بن گئے۔ ایرانی پارلیمان کے ایک رکن نے کہا کہ مجتبیٰ خامنہ ای کی نئی تصاویر جاری نہ کرنے کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ دشمن پراسرار علوم کے ذریعے انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تاہم مجتبیٰ خامنہ ای کا نام اس سے پہلے بھی ایسے موضوعات کے حوالے سے زیرِ بحث آچکا ہے۔ ایران کے سرکاری نشریاتی ادارے کے سابق سربراہ محمد سرافراز نے دسمبر 2023 میں صحافی شہرزاد میر قلی خان کو دیے گئے ایک انٹرویو میں مجتبیٰ خامنہ ای کے ان افراد سے روابط کا ذکر کیا تھا جو پیش گوئیوں اور علومِ غریبہ سے متعلق دعوے کرتے تھے۔ یہ انٹرویو بعد میں بعض ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا پر دوبارہ توجہ کا مرکز بنا۔ محمد سرافراز، جو 2014 سے 2016 تک ایران کے سرکاری نشریاتی ادارے کے سربراہ رہے، نے دعویٰ کیا کہ کئی برسوں تک ان کا مجتبیٰ خامنہ ای کے ساتھ قریبی اور براہِ راست رابطہ رہا۔ مجتبیٰ خامنہ ای کے فال بینی، غیب دانی اور پیش گوئیوں پر یقین سے متعلق سوال کے جواب میں سرافراز نے کہا کہ ان کے مشاہدے کے مطابق مجتبیٰ خامنہ ای بعض اوقات ایسے افراد سے ملاقاتیں کرتے تھے جو علومِ غریبہ یا پیش گوئی کی صلاحیتوں کا دعویٰ کرتے تھے۔ انکے بقول، یہ افراد سفارشات پیش کرتے تھے اور بعض مواقع پر بعض فیصلے ان سفارشات سے متاثر بھی ہوتے تھے۔ سنہ 2025 میں علی خامنہ ای کی امریکہ اور اسرائیل کے حملوں میں ہلاکت کے بعد مجتبیٰ خامنہ ای کو اسلامی جمہوریہ ایران کا رہبر منتخب کیا گیا۔ تقریباً سات ماہ گزرنے کے باوجود ان کی کوئی نئی تصویر یا آڈیو عوامی طور پر جاری نہیں کی گئی۔

سنہ 2026 کے اوائل میں ایرانی پارلیمان کی قومی سلامتی کمیٹی کے رکن اور پاسدارانِ انقلاب کے کمانڈر سالار ولایت مدار نے پاسدارانِ انقلاب کے قیام کی سالگرہ کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجتبیٰ خامنہ ای کی نئی تصاویر جاری نہ کرنے کی وجہ دشمنوں کی جانب سے پراسرار علوم کے ذریعے نقصان پہنچانے کا خدشہ ہے۔ ان کے مطابق نجف، قم اور مشہد کے بعض علما کی رائے اور سیکورٹی حکام کے فیصلے کے تحت فی الحال مجتبیٰ خامنہ ای کی نئی تصاویر اور ویڈیوز جاری نہیں کی جارہی ہیں تاکہ دشمن انھیں 'خصوصی طریقوں اور علومِ غریبہ' کے ذریعے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ سالار ولایت مدار نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ علی خامنہ ای کی رہائش گاہ پر حملے کے وقت موجود ایک محافظ کے مطابق مجتبیٰ خامنہ ای ملبے تلے دبے ہوئے ذکر کررہے تھے اور انھیں صرف معمولی نوعیت کی چوٹیں آئی تھیں۔ ولایت مدار کے یہ بیانات اسلامی جمہوریہ ایران کی اعلیٰ ترین قیادت سے متعلق سیکورٹی معاملات کی وضاحت میں علومِ غریبہ کے استعمال کی ایک غیر معمولی مثال کے طور پر سامنے آئے، جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ رہبر کی تصاویر کی اشاعت بھی انھیں ماورائی خطرات سے دوچار کرسکتی ہے۔







سیاسی جدوجہد اور جمہوریت کے علمبردار

ڈاکٹر جہانگیر بدر کی دسویں برسی

جہانگیر بدر کی سیاسی جدوجہد، طالب علم سیاست اور جمہوری مزاحمت

ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان تھا ''پاکستان میں سیاسی قیادت: بے نظیر بھٹو کے سیاسی کردار کا ایک مطالعاتی جائزہ''



تحریر:
محمد ضرار یوسف

جہانگیر بدر 25 اکتوبر 1944ء کو اندرونِ لاہور کے ایک آرائیں خاندان میں بدرالدین کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہیلی کالج آف کامرس سے ایم کام کی ڈگری حاصل کی۔ طویل تعلیمی وقفے کے بعد 2013ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا تحقیقی شعبہ پاکستان اسٹڈیز (Pakistan Studies) تھا۔

ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان تھا: Political Leadership in Pakistan، A Case Study of Benazir Bhutto۔ اردو ترجمہ: پاکستان میں سیاسی قیادت: بے نظیر بھٹو کے سیاسی کردار کا ایک مطالعاتی جائزہ۔

جہانگیر بدر 1968ء اور 1969ء میں طالب علم سیاست میں سرگرم رہے۔ وہ ہیلی کالج آف کامرس کی طلبہ یونین کے صدر منتخب ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کی طلبہ یونین کے انتخابات میں بھی حصہ لیا۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے لاء کالج میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔

ذوالفقار علی بھٹو کے استقبال پر گرفتاری اور سزا

5 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاء الحق کے فوجی مارشل لا کے نتیجے میں پاکستان کے پہلے منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ انہیں نظر بندی اور قید کا سامنا کرنا پڑا۔ ضمانت پر رہائی کے بعد جب ذوالفقار علی بھٹو 8 اگست 1977ء کو ملتان سے لاہور پہنچے تو وہ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز (پی آئی اے) کے طیارے کے ذریعے لاہور ایئرپورٹ پر اترے۔ ان کے استقبال کے لیے عوام کا ایک بہت بڑا ہجوم موجود تھا، جس نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ اس تاریخی استقبال میں جہانگیر بدر بھی پیش پیش تھے۔ اس سیاسی سرگرمی کے نتیجے میں ان کے خلاف مارشل لا ریگولیشنز کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ فوجی عدالت نے انہیں ایک سال قید اور دس کوڑوں کی سزا سنائی۔ یہ واقعہ جہانگیر بدر کی سیاسی زندگی میں جمہوریت اور پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستگی کے لیے قربانی اور مزاحمت کی ایک اہم مثال ہے۔

اس سزا پر عمل درآمد کے لیے جہانگیر بدر کو کوٹ لکھپت جیل لے جایا گیا، جہاں انہیں علیحدگی پر باندھ کر کوڑے مارے گئے۔ یہ سزا کوٹ لکھپت جیل میں قید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی کوٹھڑی کے باہر دی گئی۔ یہ واقعہ پاکستان پیپلز پارٹی کی تاریخ میں جنرل ضیاء الحق کے دورِ آمریت میں سیاسی کارکنوں پر ہونے والے ریاستی تشدد اور جمہوریت کے لیے ان کی قربانیوں کی ایک اہم مثال ہے۔

جہانگیر بدر کو بعد کے برسوں میں بھی متعدد مرتبہ گرفتار کیا گیا۔ 1979ء، 1981ء، 1983ء، 1984ء اور 1987ء میں انہیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ ان مسلسل گرفتاریوں اور صعوبتوں کے باوجود وہ اپنی سیاسی جدوجہد اور پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستگی پر قائم رہے۔

جہانگیر بدر 1978ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکزی مجلسِ عاملہ (CEC) کے رکن بنے۔ 1979ء میں انہیں پیپلز پارٹی پنجاب کا ایڈیشنل سیکریٹری جنرل اور پنجاب میں طلبہ امور کا انچارج مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں 1985ء سے 1995ء کے دوران مختلف ادوار میں پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر کی ذمہ داریاں بھی ادا کیں۔ 1995ء سے 2003ء تک پیپلز پارٹی اوورسیز کے صدر رہے، جبکہ 22 نومبر 1999ء کو انہیں پاکستان پیپلز پارٹی کا مرکزی سیکریٹری جنرل مقرر کیا گیا۔

ان کی سیاسی زندگی کا ایک اہم موڑ اپریل 1986ء میں آیا، جب محترمہ بے نظیر بھٹو جلاوطنی ختم کر کے پاکستان واپس آئیں۔ لاہور میں ان کے تاریخی استقبال کے انتظامات میں جہانگیر بدر نے چیف آرگنائزر کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔ 1988ء کے عام انتخابات میں جہانگیر بدر لاہور سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی پہلی حکومت میں وفاقی وزیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ان کے حکومتی ذمہ داریوں میں پٹرولیم و قدرتی وسائل، ہاؤسنگ اینڈ ورکس اور سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبے شامل رہے۔ 1993ء میں نگراں وفاقی حکومت میں بھی انہیں خوراک و زراعت کی وزارت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

1994ء میں وہ سینیٹ آف پاکستان کے رکن منتخب ہوئے اور 2000ء تک ایوانِ بالا میں خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے پٹرولیم و قدرتی وسائل کے چیئرمین بھی رہے۔ 1996ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی دوسری حکومت کے دوران وفاقی وزیر برائے سیاسی امور اور مذہبی امور کی ذمہ داریاں بھی ادا کیں۔ بعد ازاں 1997ء سے 1999ء تک سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے خوراک و زراعت کے چیئرمین رہے۔

2009ء میں جہانگیر بدر دوبارہ سینیٹر منتخب ہوئے اور 2015ء تک ایوانِ بالا کے رکن رہے۔ اس دور میں انہوں نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے پارلیمانی امور کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ 2012ء میں انہیں سینیٹ آف پاکستان میں قائدِ ایوان مقرر کیا گیا، جو ان کی پارلیمانی زندگی کا ایک اہم منصب تھا۔ اس طرح ڈاکٹر جہانگیر بدر نے اپنی سیاسی زندگی میں طلبہ یونین کی صدارت سے لے کر پارٹی کی مرکزی سیکریٹری جنرل شپ، پنجاب کی صدارت، وفاقی وزارتوں، قومی اسمبلی کی رکنیت اور سینیٹ میں قائدِ ایوان تک مختلف ذمہ داریاں نبھائیں۔ ان کا سیاسی سفر پاکستان پیپلز پارٹی کی تنظیمی، جمہوری اور پارلیمانی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔

ڈاکٹر جہانگیر بدر کا انتقال 13 نومبر 2016ء کو لاہور میں دل کا دورہ (Cardiac Arrest) پڑنے سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔

☆.....☆

> **سیاسی سرگرمی کے نتیجے میں جہانگیر بدر کے خلاف مارشل لا ریگولیشنز کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ فوجی عدالت نے انہیں ایک سال قید اور دس کوڑوں کی سزا سنائی، یہ واقعہ جہانگیر بدر کی سیاسی زندگی میں جمہوریت اور پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستگی کے لیے قربانی اور مزاحمت کی ایک اہم مثال ہے۔**



مصنف 1993 کے الیکشن میں خواجہ احمد طارق رحیم امیدوار پی پی 126 اور جہانگیر بدر امیدوار این اے 97 کے ہمراہ کمپین میں



> **ان کی سیاسی زندگی کا ایک اہم موڑ اپریل 1986ء میں آیا، جب محترمہ بے نظیر بھٹو جلاوطنی ختم کر کے پاکستان واپس آئیں۔ لاہور میں ان کے تاریخی استقبال کے انتظامات میں جہانگیر بدر نے چیف آرگنائزر کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔ 1988ء کے عام انتخابات میں جہانگیر بدر لاہور سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے**